ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

اللہ تعالیٰ کی نیک بندیاں

حضرت ابو الہیثم کی بی بی کا ذکر

یہ ایک صحابی ہیں ہمارے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کے حال پر
یسی مہربانی تھی کہ ایک بار آپ پر فاقہ
تھا۔ جب بھوک کی بہت شدّت ہوئی
آپؐ اُا، کے گھر بے تکلف تشریف لے گئے
بیاں تو گھر تھے نہیں میٹھا پانی لینے
گئے تھے، ان بی بی نے آپؐ کی خاطر کی
ھر میاں بھی آگئے تھے وہ اور بھی
یادہ خوش ہوئے اور سامان دعوت کیا۔
فائدہ - اگر ان بی بی کے اخلاص
آپؐ کو اطمینان نہ ہوتا تو جیسے
یاں گھر نہ تھے آپ لوٹ آتے معلوم
ا کہ آپ جانتے تھے کہ یہ بھی خوب
ش ہیں۔ کسی کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
ے خوش ہونا اور پیغمبر کا کسی کو اچھا
ھنا یہ تھوڑی بزرگی نہیں ہے بیبیو
ضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مہمان
ے تم بھی مہمانوں کے آنے سے خوش
ا کرو۔ تنگ دل مت ہُوا کرو۔

ضرت اسماء بنت ابی بکر کا ذکر

یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
سالی اور حضرت عائشہ رضؓ کی بہن ہیں۔
ب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت
کے مدینہ کو چلے ہیں جس تھیلی میں
نہ تھا اُس کے باندھنے کو کوئی چیز
لی۔ اُنہوں نے فوراً اپنا کمر بند بیچ
چیر ڈالا۔ ایک ٹکڑا کمر بند رکھا۔
رے ٹکڑے سے ناشتہ باندھ دیا۔
فائدہ - ایسی محبت بڑی دیندار
وتی ہے۔ کہ اپنے ایسے کام کی چیز
کے آرام کے لئے ناقص کردی بیبیو
کی محبت ایسی ہی چاہئے۔ کہ اس کے
نے میں اگر دُنیا بگڑ جائے کچھ پروا
کرو۔

حضرت ام رومان کا ذکر

یہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
اور حضرت عائشہ رضؓ کی ماں ہیں۔
ت عائشہ رضؓ پر ایک منافق نے توبہ توبہ
ا لگائی تھی جس میں بعضے بھولے سیدھے
مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے اور حضرتؐ
بھی آن سے کچھ چُپ چُپ ہو گئے تھے
پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت عائشہ رضؓ کی پاکی قرآن
شریف میں اُتاری اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھ کر گھر میں
سُنائیں اُس وقت حضرت ام رومان نے
حضرت عائشہ رضؓ کو کہا اُٹھو اور حضرت
کی شکر گزاری کرو۔ اور اس سے پہلے
بھی حالانکہ اُن کو اپنی بیٹی کا بڑا صدمہ
تھا مگر کیا ممکن ہے کہ کوئی ذرا سی
بات بھی ایسی کہی ہو جس سے حضرتؐ کی
شکایت ٹپکتی ہو۔
فائدہ - عورتوں سے ایسا تحمل اور
ضبط بہت تعجب کی بات ہے۔ ورنہ ایسے
وقت میں کچھ نہ کچھ مُنہ سے نکل ہی جاتا
ہے۔ مثلاً کہ یہی کہہ دیتیں کہ افسوس
میری بیٹی سے بے وجہ کھنچ گئے۔ خاص کر
جب پاکی ثابت ہوگئی اُس وقت تو ضرور
کچھ نہ کچھ غصّہ اور رنج ہوتا کہ لو ایسی
پاک پر شبہ تھا۔ رنج و تکرار کے وقت
بیٹی کو بڑھاوے مت دیا کرو۔ اُس کی
طرف ہوکر سُسرال والوں سے مت لڑا
کرو۔ اس قصّہ میں ایک اور بی بی کا ذکر
کیا ہے جن کے بیٹے ان ہی تہمت لگانے
والوں میں بھولے پن سے شامل ہو گئے
تھے۔ ان بی بی نے ایک موقع پر اپنے بیٹے
ہی کو کوسا اور حضرت عائشہ رضؓ کی طرفدار
رہیں۔ یہ بی بی ام مسطح کہلاتی ہیں۔ دیکھو
حق پرستی یہی ہوتی ہے۔ کہ بیٹے کی بات کی
پچ نہیں کی۔ بلکہ سچّی بات کی طرف رہیں
اور بیٹے کو بُرا کہا۔

حضرت ام عطیہ کا ذکر

یہ بی بی صحابی ہیں اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ چھ لڑائیوں میں گئیں اور
وہاں بیماروں زخمیوں کا علاج اور مرہم پٹی
کرتی تھیں۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس قدر محبت تھی کہ جب کبھی آپؐ
کا نام لیتیں تو یوں بھی ضرور کہتیں۔ کہ
میرا باپ آپ پر قربان۔
فائدہ - بیبیو دین کے کاموں میں
محنت کرو اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھو۔

حضرت بریرہ رضؓ کا ذکر

یہ ایک شخص کی لونڈی تھیں۔ پھر
ان کو حضرت عائشہ رضؓ نے خرید کر آزاد
کر دیا۔ یہ ان ہی کے گھر رہتیں۔ اور
حضرت عائشہ اور ہمارے حضرتؐ کی خدمت
کیا کرتیں۔ ایک بار ان کے واسطے کہیں
سے گوشت آیا تھا۔ ہمارے حضرتؐ نے
خود مانگ کر نوش فرمایا تھا۔
فائدہ - حضرتؐ کی خدمت کرنا کتنی
بڑی خوش قسمتی ہے۔ اور ان کی محبت پر
حضرتؐ کو پُورا بھروسہ تھا۔ جب ہی تو انکی
چیز کھالی اور یہ سمجھے کہ یہ خوش ہونگی۔ بیبیو
حضرتؐ کی خدمت یہی ہے کہ دین کی خدمت کرو
اور یہی محبت ہے حضرتؐ کے ساتھ۔

فاطمہ بنت ابی حبیش اور حمنہ بنت ابی جحش اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی زینب رضؓ کا ذکر

ان بیبیوں کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلے
پوچھنے کے لئے گھر سے آنا حدیثوں میں آیا ہے۔
اس واسطے ہم نے تینوں کا نام ساتھ ہی لکھ دیا۔
کہ ان کا حال ایک ہی سا ہے۔ پہلی بی بی
نے استحاضہ کا مسئلہ پوچھا۔ دوسری بی بی
ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی
اور حضرت زینب رضؓ کی بہن ہیں۔ انھوں
نے بھی استحاضہ کا مسئلہ پوچھا تھا اور
تیسری بی بی نے صدقہ دینے کا مسئلہ پوچھا
تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ ایک بہت بڑے
صحابی ہیں یہ اُن کی بی بی ہیں۔
فائدہ - بیبیو۔ دین کا شوق ایسا
ہوتا ہے۔ تم کو بھی جو مسئلہ معلوم نہ ہُوا کرے
ضرور پرہیزگار عالموں سے پوچھ لیا کرو۔
اگر کوئی شرم کی بات ہوئی اُن عالموں
کی بیویوں سے کہہ دیا انھوں نے پوچھ لیا۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور
بیٹیوں کے بعد یہاں تک اُن پچیس عورتوں
کے ذکر ہوئے جو حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں تھیں۔ اور بھی ایسی
بہت بیبیوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں۔
مگر ہم نے اتنا ہی لکھا ہے۔ آگے
اُن بیبیوں کا ذکر آتا ہے جو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوئی
ہیں۔

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۳۳

چینی وزیر اعظم کی آمد

ان دنوں جمہوریہ چین کے وزیر اعظم مسٹر چو این لائی پاکستان کے دس روزہ دورہ پر آئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قارئین کرام جانتے ہیں کہ پاکستان کی طرح چین میں بھی حالیہ چند سال پہلے تک ملوکیت کا دور دورہ رہا ہے۔ موجودہ حکومت کے سربراہوں نے ہی اپنے ملک کو طوائف الملوکی اور خانہ جنگی سے نجات دی۔ چین ایشیا میں سب سے بڑا اشتراکی ملک ہے۔ اس کی آبادی دنیا کی چار بڑی طاقتوں (امریکہ روس۔ برطانیہ اور فرانس) کی مجموعی آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ وزیر اعظم چین پاکستان کے وزیر اعظم کی دعوت پر ہندوستان سے ہوتے ہوئے آئے ہیں۔ ان کے دورے کی اہمیت ان کے ان بیانات سے نمایاں ہو گئی ہے۔ جس میں انہوں نے بھارت میں مختلف مقامات میں کہا کہ میں کوشش کروں گا کہ ہندوستان اور پاکستان میں تنازعات ختم ہو جائیں اور خوشگوار تعلقات قائم ہو جائیں وزیر اعظم چین اچھی طرح جان چکے ہیں کہ بین المملکتی تنازعات کی بنیاد مسئلہ کشمیر ہے۔ برصغیر کے طول و عرض کی پیمائش کے بعد وہ سمجھ چکے ہیں کہ کشمیر کا پاکستان سے کیا تعلق ہے۔ وہ جغرافیائی، تاریخی، مذہبی اور لسانی اعتبار سے کس ملک کے زیادہ قریب ہے۔ انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ شر پسند انگریز نے خطہ کشمیر ناجائز طور پر ہندوستان کے حوالے کر کے کس طرح برصغیر کا امن خطرہ میں ڈالا ہوا ہے۔ وہ ذاتی مطالعہ سے ہندوستان کی ریاستی پالیسی سے بھی روشناس ہو چکے ہونگے کہ ہندوستان نے متضاد حالات میں ریاستوں کو ہڑپ کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے اختیار کیے۔ یعنی حیدر آباد اس لئے ہندوستان کا حصہ ہے کہ وہاں کی پرجا ہندو اور کشمیر اس لئے ہندوستان کا ہے کہ وہاں کا راجہ ہندو۔ ہمارے سیاسی رہنماؤں نے وضاحت سے انہیں بتلا دیا ہوگا کہ کشمیر کیس کے بارے میں بھارتی وزیر اعظم کیونکر سلامتی کونسل اقوام متحدہ اور دنیا کے سیاسی رہنماؤں کے سامنے اپنی پوزیشن بدلتے رہے۔ اور پاکستان کے رہنما اور عوام اس کو سمجھانے کی کس قدر کوشش کرتے رہے

وزیر اعظم چین اتنی بڑی آبادی کے حکمران ہیں۔ ان کے پاس یقیناً سیاسی بصیرت کی کمی نہیں ہوگی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان تمام حقائق کی روشنی میں وہ لازماً صحیح طور پر اپنی رائے قائم کریں گے اور اس کا اعلان ببانگ دہل کریں گے۔ جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ اشتراکی چین ایک نوزائیدہ سلطنت ہے۔ اس لئے اس کے رہنماؤں سے امید ہے کہ اپنی خارجہ پالیسی میں انصاف پر مبنی رائے قائم کر کے دنیا کی دوسری انصاف پسند حکومتوں سے خراج تحسین حاصل کریں گے۔

دوسرے یہ کہ اگر وہ اپنی خلوص پر مبنی کوششوں سے دونوں ملکوں (ہند و پاکستان) کو قریب لے آئے تو تاریخ ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

بھارت کی بدحواسی

جبکہ مسئلہ کشمیر چند ہفتوں کے بعد سلامتی کونسل میں دوبارہ پیش کیا جانے والا ہے۔ بھارت کے سیاسی پنڈت عالم بدحواسی میں عجیب و غریب بیانات دے رہے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کشمیر بھارت کا حصہ بن چکا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ پاکستان کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ لہذا زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ اس لیے وہ مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد دستوریہ کے ذریعہ ریاست کو پنجاب میں مدغم کر رہے ہیں۔

بھارتی سیاسی زعماء کی یہ منطق کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کس مسخرے نے کہا کہ آپ نے کسی کا انتظار کیا یا آپ دھاندلی۔ بالادستی اور ناجائز تسلط میں کسی کا انتظار کریں گے اور پھر یہ دستوریہ وغیرہ کا سوانگ رچا کر آپ کس کو دھوکہ دیتے ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں اور اسے دنیا نہیں جانتی کہ مقبوضہ کشمیر میں چند خود غرض مسلمانوں نے بھارتی فوج کی سنگینوں کے سایہ تلے ریاستی حکومت پر ذاتی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور دوسرے آپ پاکستان سے کس بات کی توقع کر رہے تھے۔ کیا آپ کا خیال تھا کہ پاکستان گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ کشمیریوں کو حق خود اختیاری دلانے سے دست بردار ہو جائے گا؟ بات در اصل یہ ہے کہ پاکستان تا حد امکان اس مسئلہ کو آشتی اور مصالحت سے طے کرنے کا عہد کر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس مسئلہ کو دوبارہ حفاظتی کونسل میں لے جا رہا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ بھارتی پنڈت بار بار یہ کیوں کہتے ہیں کہ کشمیر حتمی طور پر بھارت کا حصہ بن چکا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ بھارتی زعما کے دل کی آواز کا رد عمل ہے۔ ان کا ضمیر کہتا ہے کہ جب تک کشمیری خود فیصلہ نہیں کرتے کوئی حکومت کشمیر کو اپنی سلطنت کا حصہ نہیں گردان سکتی۔ لیکن وہ خود کو دھوکہ دینے کے لئے یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ کشمیر بھارت کا حصہ ہے۔ کاش بھارتی رہنماؤں کی رسائی اپنے ضمیر تک ہی ہو جائے اور وہ عالم اسلام کی سبز آزمائی ختم کر دیں۔

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں۔

آپ کے مضامین قارئین کرام کی اکثریت بڑے ذوق شوق سے پڑھتی ہے۔ خدا تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے علم و فضل میں برکت دے۔ بعض قارئین کرام کی شکایت ہے کہ خدام الدین میں ابتدائی فقہی مسائل پر سیر حاصل مواد نہیں پایا جاتا فی الحقیقت روز مرہ کے مسائل ایسے ہیں کہ جن کی تفصیل اور تکمیل پر ہمارے ایمانوں کا دار و مدار ہے۔ ان کا جاننا اور سمجھنا از بس ضروری ہے۔ اس لئے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ جملہ مسائل

قرآن مجید

(برائے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور)

(از جناب حمید مسلم ایم اے چک ۱۲۷ - جڑانوالہ)

آئینہ اسرارِ عالم کا ہے تُو اے طورِ حق
رہنمائی کے لئے موجود ہے با نُورِ حق

تجھ کو بھیجا ہے زمانے کی ہدایت کے لئے
تا قیامت تُو جہاں میں ہے فقط دستورِ حق

تُو نے بندوں پہ صفاتِ کبریا کیں آشکار
ورنہ مشکل تھا عیاں ہوتا یہاں مستورِ حق

تیرا ہر ہر لفظ قاری کے لئے مسعود ہے
ہو نہ کیوں سینے میں جو رکھے تجھے منظورِ حق

ہاتھ خالی ہی اُٹھا رکھے ہیں بہرِ التجا
صفحۂ ہستی پہ مسلم نے جو ہے مزدورِ حق

زُود اس کو کر شناسائی سے اپنی بہرہ ور
پائے تجھ سے دو جہاں میں دامن بھرپور حق

سلام بحضور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(از مولانا فضل الرحمٰن صاحب قاصر - بٹل ضلع ہزارہ)

اے چراغ خانۂ صدیقِ اکبر السّلام
السّلام اے شانِ صدیقی کے گوہر السّلام

یاد ہے وہ وقت جب لائے نبیؐ پہلا پیام
آپ کے ابّا نے مانا سب سے پہلے السّلام

سب مذبذب تھے مگر صدیقؓ رٹتے تھے یہی
"ہر چہ آں آورد حق آورد گفتہ" السّلام

خوش نصیبی تھی تری مرقوم منجانب خُدا
زوجۂ اکرم رہی تو با نصیبا السّلام

بیبیاں تھیں اور بھی اور تھیں سبھی عالی مقام
سب پہ تھی بھاری مگر اے عائشہ تو السّلام

چشمۂ علمِ نبوّت سے ہوئی سیراب تُو
قربِ حضرتؐ نے بنایا تجھ کو عالم السّلام

صورت و سیرت میں تُو حضرتؐ کی منظورِ نظر
اپنے ہم عصروں میں تو مقبول تجھ پہ السّلام

تو شناسائے مزاجِ صاحبِ لولاکؐ تھی
حضرتِ اکرمؐ کی دلداری میں ماہر السّلام

کیا سلیقہ کیا قرینہ سب میں تو ہی طاق تھی
طاعت و خدمتگزاری میں تو یکتا السّلام

دشمنانِ دین کو عصمت تری چبھتی رہی
تو مبرّا تھی سبھی دھبّوں سے تجھ پر السّلام

تو حبیبِ کبریا کے باغ کا گلچین تھی
تو نے دامن بھر لیا تھا خوب تجھ پہ السّلام

آج تیرے گلشنِ علم و عمل کی دھوم ہے
عالم و فاضل ترے مدّاح و ممنوں السّلام

فاضلانہ شان کے چرچے ترے ہیں چار سو
کیا ہوا جو کہہ دیا قاصر نے بڑھ کر السّلام

کشتۂ عشقِ نبیؐ اے خوشۂ حُبّ رسولؐ
پھر علیک پھر علیک صد ہزاروں السّلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۷- جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ - ۲۱- دسمبر ۱۹۵۶ء

مُسلمان بچے کے لئے تعلیم کی نوعیت

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام - اللہ تعالےٰ نے انسان کو بیشمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں - ان میں سے ایک نعمت عقل بھی ہے - انسان اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھاتا ہے - مثلاً قدم قدم پر آنکھوں کی بینائی سے فائدہ اُٹھاتا ہے - کسی چیز کے پکڑنے کے لئے ہاتھوں ہی سے کام لیتا ہے - چلنے کے لئے پاؤں ہی کو حکم دیتا ہے - اسی قانون کے مطابق انسان کا فرض ہے کہ ہر معاملہ میں عقل سے بھی فائدہ اُٹھائے - عقل کا کام یہ ہے کہ ہر کام کے آئندہ پیش آنے والے نتائج کی اطلاع دے - ان نتائج کے خیال میں آنے کے بعد اگر مفید ہو تو انسان وہ کام کرتا ہے - اور اگر نقصان دہ ہو تو آدمی اس کام سے رُک جاتا ہے - میں چاہتا ہوں - کہ

اسی قاعدہ

کے ماتحت " مسلمان بچے کے لئے تعلیم کی نوعیت " پر غور کیا جائے - بچے کو اس چیز کی تعلیم دینی چاہیئے - جس کی اسے آئندہ ضرورت پیش آنے والی ہے - تمام آسمانی مذاہب کے حاملین (مثلاً ہنود - یہود - نصارٰی - سکھ وغیرہ) تسلیم کرتے ہیں - کہ انسان کی دو زندگیاں ہیں - دُنیا - جو اب بسر کر رہا ہے - اور آخرت جو مرنے کے بعد شروع ہونے والی ہے - لہٰذا انسان کو ایسی تعلیم دینی چاہیئے - جو اُسے دونوں زندگیوں میں کامیاب و بامراد بنائے - پھر مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دُنیا کی زندگی فانی - بے بقا اور چند روزہ ہے - اور آخرت کی زندگی (جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے) ابدی - دائمی اور غیر فانی ہے - اب

عقل سلیم باآسانی

یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ ہر مسلمان بچے کے لئے وہ تعلیم اہم - سب سے پہلے - سب سے زیادہ ضروری - ہونی چاہیئے - جو اس کی آخرت کی زندگی کو سنوار دے - اس کے بعد نمبر دوم اس تعلیم کا ہونا چاہیئے - جو انسان کی دُنیا کی زندگی کو خوشگوار بنا دے - مثلاً اس کے اندر کوئی علمی قابلیت ایسی پیدا کر دی جائے - جس کے ذریعہ سے ٹھنڈی چھاؤں میں بجلی کے پنکھے کے نیچے بیٹھ کر عزّت سے روٹی کما کر لائے - وکیل یا بیرسٹر بنا دیا جائے - یا پروفیسر یا پرنسپل بنا دیا جائے یا اگر اس گراں قیمت تعلیم کی توفیق نہیں ہے - تو بچے کو دستکار (لوہار - بڑھئی - درزی - موچی وغیرہ) بنا دیا جائے - تاکہ حلال کا رزق کما کر کھائے -

ایک مثال

گزشتہ سطور میں بیان کردہ قاعدہ کی ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں - اگر خدانخواستہ ایک شخص کے گھر کو آگ لگ جائے اور روٹی پکانے کے لئے آٹا گوندھ کر رکھا ہُوا ہو - اب بتلایئے - ان دونوں کاموں میں سے پہلے کون سا کام کریگا - یہی کرے گا - پہلے آگ بجھائیگا - پھر روٹی پکا کر کھائے گا - لہٰذا عقلِ سلیم کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس کام کی زیادہ ضرورت ہے - پہلے وہ کیا جائے - اس کے بعد سب کام ضرورت کے نمبروں کے لحاظ سے کئے جائیں - لہٰذا اے مسلمان تیرا فرضِ عین ہے - کہ بچوں کی تعلیم میں پہلے اس تعلیم کو اہمیت دے - اور اس تعلیم کو زیادہ ضروری خیال کر - جو تیرے بچے کو غضبِ الٰہی سے بچانے والی اور آخرت کی نعمتوں کا مستحق بنانے والی - اور آخرت کی زندگی کو خوشگوار بناتی ہے اور وہ فقط وہ تعلیم ہے ؟ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہے - جس کے مجموعہ کا نام قرآن مجید ہے - اور جس کے پڑھانے والا معلّم سیّد المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہے - اور اس معلّم نے خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کلام کی جو تشریح فرمائی ہے - اس کا نام حدیث رسول ہے - اس تعلیم کے بعد روٹی کما کر کھانے کے لئے جو تعلیم تو مناسب سمجھے بچے کو دلا - اس میں قانونِ الٰہی تمہیں مجبور نہیں کرتا -

ایک نہایت ہی ضروری عرضداشت

برادرانِ اسلام - اگر آپ نے بچے کو دُنیا کے کمانے کی تعلیم دے دی - اور آخرت کے سنوارنے کی تعلیم نہ دی - تو قبر میں جانے تک تمہارے بچے کو آخرت والی تعلیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی - کیونکہ رب العالمین کا اعلان ہے

(وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا) سورہ ہود رکوع ۱ پارہ ۱۲

ترجمہ - اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں - مگر اس کی روزی اللہ پر ہے -

یعنی خواہ مومن ہو یا کافر - ہر ایک کی ضرورت پوری کرنے کا اللہ تعالےٰ ضامن ہے -

(کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا ۝)

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

ترجمہ - پھر ہم ہر فریق کو اپنی پروردگاری بخششوں سے مدد دیتے ہیں - ان کو بھی اور ان کو بھی اور تیرے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں -

اور میرے بھائی - اگر تُو نے اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے دین کی تعلیم دے دی - اور فرض کر لیجئے - کہ دُنیا کی تعلیم نہ دے سکے - تو تیرے بیٹے کو جب بھوک لگے گی - اور کپڑے کی ضرورت محسوس ہوگی - تو مجبور ہو کر کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش خود ہی اختیار کرے گا - اور کسب معاش کر کے ضرورتیں پوری کریگا -

دینی تعلیم سے دونوں زندگیاں سنور جاتی ہیں

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو جو تعلیم دی ہے - اس کے دو حصے ہیں - ایک وہ جس پر عمل کرنے سے

دُنیا میں عزّت حاصل ہوتی ہے - دوسرا وہ جس پر عمل کرنے سے آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات حاصل ہوگی - جو قوم دونوں حصوں پر عمل کرے گی - وہ دنیا میں بھی عزّت پائے گی - اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائے گی - اس کی مثال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں - جنہیں دُنیا میں تختِ سلطنت پر بٹھایا گیا - اور آخرت میں جنّت کے وارث بنادیئے گئے - بفضلہ تعالےٰ آج بھی مسلمان بآسانی اس زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں - اور جو قوم فقط دنیا والے حصّہ پر عمل کریگی - اور آخرت والے حصّہ پر عمل نہیں کرے گی - وہ دُنیا میں عزّت پائے گی اور آخرت میں جہنم رسید ہوگی - اسی زمرے میں آج کل امریکہ اور یوروپین طاقتیں آتی ہیں - انشاء اللہ تعالےٰ تھوڑی دیر کے بعد ابھی اس کی تفصیل عرض کر دوں گا - اور جو قوم دُنیا والے حصّہ پر عمل نہیں کریگی اور آخرت والے حصّہ پر عمل کرے گی - وہ قوم دوسری قوموں کی ٹھوکریں کھائے گی - اور ایمان بچ گیا - اور حسبِ توفیق نیکیاں کیں - تو قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے بچ جائے گی - جس کی نظیر ہندوستان کی تقسیم سے پہلے ہندوستان کے بسنے والوں مسلمانوں کی تھی - کہ انگریز جو حاکم تھا - وہ اگرچہ کافر تھا - مگر ہندوستان میں عزّت انگریز ہی کی تھی - اور مسلمان اگرچہ توحید پرست تھا - اور قرآن مجید اور پیغمبرِ خدا پر اس کا ایمان تھا - مگر انگریز کے مقابلہ میں ذلیل تھا - اور جو قوم دونوں حصوں پر عمل نہیں کرے گی وہ دُنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلیل ہوگی -

قرآن مجید میں دنیاوی زندگی کے سنوارنے کی تعلیم دُنیا میں آرام پانے اور عزّت حاصل کرنے کے اصول

پہلا

کفایت شعاری

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیدو - اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو - بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں - اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے -

شاہ عبدالقادرؒ صاحب کا حاشیہ

”یعنی بے جا خرچ کرکر خراب نہ کر - یعنی مال بڑی نعمت ہے اللہ کی - جس سے خاطر جمع ہو عبادت میں - اور درجے بڑھیں بہشت میں - اس کو بیجا اُڑانا ناشکری ہے -

فضول خرچی سے دو جرم

انسان فضول خرچی کرنے سے دو جرموں کا مجرم بنتا ہے (۱) شیطان کا بھائی (۲) خدا تعالےٰ کا ناشکر گزار -

تقسیم سے پہلے کا نقشہ

اقتصادی زندگی کے لحاظ سے ہندو خوشحال تھا - اور مسلمان بد حال تھا - تعلیم کے لحاظ سے ہندو مسلمان سے بہت آگے نکلا ہُوا تھا - حکومت میں ہندو کا پنجہ مضبوط تھا - اور مسلمان کمزور تھا - ملازمتوں میں عموماً مسلمان ہندو کے رحم و کرم کا محتاج تھا - تجارت میں ہندو طاقتور تھا - اور مسلمان بہت ہی کمزور تھا - لاہور سے دہلی تک جتنے بڑے بڑے کارخانے تھے ان میں نوّے فی صدی ہندوؤں کے تھے -

ہندو کی خوشحالی کا اصلی سبب

اگر آپ غور کرکے دیکھیں گے تو ہندو کی خوشحالی کا اصلی سبب آپ کو اس کی کفایت شعاری ہی نظر آئے گی - اور مذکور الصدر تمام عنوانات میں مسلمان کی تباہ حالی کا اصلی سبب اس کی فضول خرچی ہوگی -

دو مثالیں

پہلی

ایک دن مَیں (احمد علی) صبح کے وقت لاہور کے پلیٹ فارم پر ٹرین کے انتظار میں کھڑا ہُوا تھا - مسلمان قلی ہندو قلیوں کا مذاق اُڑا رہے تھے - یہ واقعہ آج سے کم از کم پچیس سال پہلے کا ہے مسلمان قلی یہ کہہ رہے تھے - کہ ہم تو حلوا لچی ایک پاؤ لے کر صبح ناشتہ کرتے ہیں اور یہ ہندو دھیلے کا ایک پاپڑ لیتا ہے جس میں کافی مرچیں ہوتی ہیں - آدھا پاپڑ کھاکر ایک گلاس پانی کا پیتا ہے - پھر آدھا پاپڑ کھاکر ایک دوسرا گلاس پانی کا پیتا ہے - پھر ڈکار لیتا ہے - اور کہتا ہے - مہاراج انند ہوگئے - (یعنی پیٹ بھر گیا - اور خوش ہوگئے) اب ایک غریب مسلمان اور غریب ہندو کے خرچ اور اس کی ذہنیت کا اندازہ لگائیے - اس ارزانی کے زمانہ میں ایک پاؤ حلوا لچی دو آنہ کا تو آتا ہی ہوگا - حاصل یہ نکلا کہ ایک غریب ہندو نے ناشتہ میں ایک دھیلہ خرچ کیا اور ایک غریب مسلمان نے سولہ دھیلے خرچ کئے - اور پھر حماقت کا کمال یہ ہے کہ اپنی فضول خرچی پر نازاں ہے - اور ہندو کی کفایت شعاری پر مذاق اڑاتا ہے - ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

دوسری مثال

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی نے مجھ سے فرمایا - کہ پٹیالہ کے رہنے والے ایک وکیل میرے دوست ہیں - انہوں نے مجھ سے ایک واقعہ ذکر کیا کہ سرشادی لعل سابق چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ کے بیٹے کی برات بمبئی جانے والی تھی - انہوں نے مجھے اور ایک دوسرے مسلمان دوست کو بھی برات میں شامل کیا - جب ہم بمبئی پہنچے اور کھانا رکھا گیا - تو اس میں مختلف قسم کے اچار اور چٹنیاں بھی رکھی گئیں - اور میزبان صاحب ان اچاروں اور چٹنیوں کے مناقب بیان کرتے رہے کہ یہ چٹنی جاپان کی ہے - اور یہ امریکہ کی بنی ہوئی ہے - وغیرہ وغیرہ - وکیل صاحب کہتے ہیں - کہ ہم نے سرشادی لعل کے صمدی (پنجابی کُڑم) کو بلاکر کہا - کہ ہم مسلمان شادی کے موقعہ پر چٹنیاں اور اچار نہیں کھایا کرتے - بلکہ پُلاؤ اور قورمہ کھایا کرتے ہیں - ہمیں تو وہ کھلائیے - اس نے فوراً ایک ہوٹل میں فون کیا - اور ہمارے لئے پُلاؤ - قورمہ - وغیرہ پُرتکلف کھانے آگئے - اور ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھائے - جب ہم کھا چکے - تو سرشادی لعل کا صمدی آیا - اور کہا - کہ میری ساری برات کے کھانے میں اتنا خرچ نہیں ہُوا - جتنا تم دو کے کھانے میں ہُوا ہے - اور اسی لئے تم مسلمان برباد ہوتے ہو -

اے مسلمان عبرت حاصل کر

برادران اسلام - اگر آپ اپنے بچّے کو

قرآن مجید کی تعلیم دیں گے - اور بچے کا یہ ایمان ہوگا کہ اللہ تعالےٰ جو فرماتا ہے - وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے - اور میرا فرض ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کروں - ورنہ میں مسلمان نہیں رہ سکتا - تو کیا پھروں دولہے برات کو لے جاتے ہوئے یہ گولے چلائیگا - جن میں بم کی سی آواز ہوتی ہے - اور کیا ۷۰ - ۸۰ - ۸۰ روپے دے کر باجے والوں سے برات میں باجے بجوائے گا - اور کیا قرض لے کر نام و نمود کی خاطر اور بیٹی کی شادی پر زردے - پلاؤ - قورمے اور فیرینی کی دیگیں پکوائیگا - اس کا

نتیجہ یہ ہوگا

کہ ایک مسلمان کی قرآن مجید کی تعلیم کی برکت سے شادی بھی ہو جائیگی - قرض کا زیر بار بھی نہیں ہوگا - دُنیا کا کام بھی پورا ہوگیا - اللہ تعالےٰ بھی راضی رہا - آخرت بھی سنور گئی -

دوسرا

ایثار

یہ ہے - کہ خود خواہ تکلیف اُٹھائے مگر اپنی قوم کو فائدہ پہنچائے - اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کی ایک صفت ایثار بھی بیان فرمائی ہے (وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)

سورہ الحشر رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ - اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے - جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے - اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے - جو مہاجرین کو دیا جائے - اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں - اگرچہ ان پر فاقہ ہو - اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے - بس وہی لوگ کامیاب ہیں -

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

اس آیت پر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں - "یعنی محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں - حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں - یعنی مہاجرین کو اللہ تعالےٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے - یا اموال فَیْ وغیرہ میں سے حضور جو کچھ عنایت کریں - اسے دیکھ کر انصار کے دل تنگ نہیں ہوتے - نہ حسد کرتے ہیں - بلکہ خوش ہوتے ہیں - اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں - خود سختیاں اور فاقے اُٹھا کر بھی اگر ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے - ایسا بےمثال ایثار آج تک دُنیا کی کس قوم نے کس قوم کے لئے دکھلایا؟"

حاصل

برادرانِ اسلام - ایثار کی صفت کا حاصل یہ نکلا کہ خود تکلیف اُٹھا کر یا نقصان برداشت کر کے بھی اپنی قوم کو نفع پہنچایا جائے -

معافی مانگ کر عرض کرتا ہوں

برادرانِ اسلام - میرا فرض ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف میری قوم میں اگر کوئی نقص پایا جاتا ہے تو اپنی قوم سے عرض کر دوں - شاید کہ اللہ تعالےٰ میری قوم کو توفیق دے - اور وہ اپنی اصلاح کر لیں - تاکہ ان کی دُنیا بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو جائیں - تقسیم مملکت سے پہلے جب ہندو اور انگریز پاکستان میں رہتے تھے - انگریز کی عادت یہ تھی کہ اپنے دیس کی بنی ہوئی چیز خریدتا تھا - خواہ وہ گراں ہی کیوں نہ ہو - اور ہمارے ملک کی بنی ہوئی چیز کو ہرگز نہیں خریدتا تھا - خواہ وہ کتنی ارزاں کیوں نہ ہو - یہ اس میں قومی ایثار تھا - کہ میری جیب سے جو پیسے نکلیں گے وہ میری قوم کی جیب میں جائیں گے - علیٰ ہذا القیاس ہندو قوم کے ذہن میں بھی قومی ایثار کا جذبہ پایا جاتا تھا - یہاں تک کہ انھوں نے اپنے بچوں کو بھی قومی ایثار کی تعلیم دی ہوئی تھی - آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا - کہ ہندو بچہ مسلمان چھابڑی والے سے مٹھائی یا پکوڑے - یا نمکین سویاں لے کر کھائے - اور ہندو عورت کو کبھی نہیں دیکھا ہوگا - کہ مسلمان بزاز سے کپڑا خرید کرے - بخلاف اس کے مسلمان بچوں کو آپ دیکھتے ہونگے - کہ ہندو چھابڑی والوں سے بلا روک ٹوک لے کر کھاتے تھے - اور بیشمار مسلمان عورتوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہندو بزازوں سے کپڑا خرید کرتی تھیں - جب یہ بے حسی ہو تو وہ قومیں کیوں نہ سرسبز و شاداب ہوں اور ہم کیوں نہ ذلیل و برباد ہوں -

تیسرا

وعدہ کا پورا کرنا

(وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۖ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور عہد کو پورا کرو - بیشک عہد کی بازپُرس ہوگی -

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد کا حاشیہ

"اس میں سب عہد داخل ہیں - خواہ اللہ سے کئے جائیں - یا بندوں سے - بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں - حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار صلح کا دے کر بدعہدی کرنا - اس کا وبال ضرور پڑتا ہے"

اکثریت بد عہدوں کی ہے

اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی اکثریت اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں بدعہدی کرنے والی ہے - مثلاً کیا نماز جیسے سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری فرض ادا کرنے میں اکثر غافل نہیں ہیں - اور کیا دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کی اکثریت جھوٹ نہیں بولتی اور کیا جو وعدہ چار دن کا تھا - وہ وعدہ پہ وعدہ کرتے ہوئے چار سال میں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا - اور کیا اس بدعہدی کے باعث مسلمان اپنی قوم میں یا دوسری قوم [illegible]

ایثار کیا انصاف بھی نہیں ہے

ایثار تو یہ تھا - کہ اپنا نقصان کر کے بھی اپنی قوم کو نفع پہنچاتا - ایثار سے نیچے درجہ انصاف کا ہے - کہ اپنے بھائی کو اس کا واجبی حق پورا دیتا - ہمارا لاہور پنجاب کیا - بلکہ مغربی پاکستان کا دل ہے یہاں روزانہ کی ضروریاتِ زندگی پر اس قدر دھوکہ اور فریب ہے - جس کی حد نہیں - نہ دودھ خالص ملتا ہے - نہ نمک خالص - نہ پسی ہوئی مرچ خالص - نہ پسی ہوئی ہلدی خالص - نہ گھی خالص - نہ تیل خالص - دیتے وقت [illegible] دکاندار خالص کہہ کر ہی دیتا ہے - کیا مصنوعی زعفران یہاں نہیں بلتا - اور کیا [illegible] کیکر کے [illegible] چھلکوں کی چائے نہیں بنتی - اور کیا ڈھابہ [illegible] کرکے

لیبل لگا کر اصلی کہہ کر نہیں بیچی جاتی۔

اے مسلمان غور کر

جو قوم اتنی بد دیانت ہو۔ وہ کبھی دنیا میں عزت پاسکتی ہے۔ اور کیا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسی قوم کو امداد مل سکتی ہے۔ کیا تم نے پہلی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیا ایسی بد اخلاق قومیں ذلیل کرکے تباہی کے گھاٹ نہیں اُتاری گئیں۔

تینوں اصول کے پیش کرنے کی غرض

مَیں نے پہلے یہ عرض کیا تھا۔ کہ اگر مسلمان بچے کو قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔ تو اس کی دُنیا بھی سنور جائے گی۔ اور آخرت بھی۔ چنانچہ گزشتہ پیش کردہ تین اصول سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں انسان کی دُنیا کی زندگی کے سنوارنے کے بہترین اصول پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں انسان کی آخرت کی زندگی کے سنورنے کے لئے بھی بہترین اصول موجود ہیں۔ آج کے اس خطبہ میں فقط ایک مقام قرآن مجید سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اے اِنسان دُنیا کی سب چیزیں فانی ہیں لہذا آخرت کی نعمتوں کو مقصود بالذات بنا

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ج وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ○ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ ط لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ○ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ○ سورہ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۳

ترجمہ۔ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہُوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دُنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ کہدے۔ کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاک عورتیں ہیں۔ اور اللہ کی رضامندی ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں۔ سو ہمیں ہمارے گناہ بخشدے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ وہ صبر کرنے والے ہیں۔ اور سچے ہیں۔ اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ اور خرچ کرنے والے ہیں۔ اور پچھلی رات میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

چار آیتوں کا حاصل

عورتیں۔ بیٹے۔ سونے۔ چاندی کے خزانے۔ گھوڑے۔ مویشی۔ کھیتی یہ سب چیزیں فقط دُنیا کی چند روزہ فانی زندگی میں کام آنے والی ہیں۔

ہمیشہ رہنے والی نعمتیں

بہشت کے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور پاک بیویاں اور اللہ تعالےٰ کی رضا کا تمغہ۔

یہ نعمتیں کن کے لئے

ہیں (۱) ہر اس چیز سے پرہیز کرنے والے جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو۔ (۲) جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والے ہیں (۳) اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں۔ (۴) دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگنے والے۔ (۵) اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں جو تکلیف آئے اس پر صبر کرنے والے (۶) ہمیشہ سچ پر قائم رہنے والے (۷) اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرنے والے (۸) اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے (۹) سحور کے وقت اُٹھ کر اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والے۔

آخری عرضداشت

برادرانِ اسلام۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم تو لازمی طور پر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ انہیں مدارس عربیہ اسلامیہ کا نصاب تعلیم مکمل طور پر پڑھائیں۔ اور مستند عالم بنائیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ آپ انہیں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعلیم کسی عالمِ دین سے اتنی ضرور دلائیں۔ جس سے وہ اسلام کو سچا سمجھیں۔ اسلام کے حامی ہوں۔ اسلامی تعلیم۔ اسلامی تہذیب۔ اسلامی تمدن ان کی نظروں میں محبوب ہو۔ احکام اسلام کی پابندی کریں۔ خدا تعالےٰ سے ڈریں۔ اپنے بزرگوں کا احترام کریں۔ اور مذکور الصدر تمام چیزوں کو اپنے حق میں سعادت سمجھیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ احادیث الرسول صفحہ ۲ سے آگے

خُدا تعالےٰ کی، خدا تعالےٰ تم کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ تم رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہو۔ سچ بولتے ہو۔ غریبوں یتیموں کی خبرگیری کرتے ہو۔ مسکینوں کے لئے کماتے ہو۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات کرتے ہو۔ اور قدرتی حوادث میں لوگوں کی مدد کرتے ہو۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو (اپنے چچا زاد بھائی) ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور اُن سے کہا۔ "چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے (یعنی حضرت رسول اللہ) سے سُن!" ورقہ نے آپ سے کہا۔ بھتیجے تو کیا دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے سُن کر کہا۔ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جس کو خداوند تعالےٰ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش مَیں اس وقت جوان ہوتا۔ (جبکہ تم اپنی دعوت کی تبلیغ کرو گے) یا کاش مَیں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب تک تم کو تمہاری قوم نکالے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا میری قوم مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں، (اور اس کا سبب یہ ہے کہ) جس چیز کو تم لائے ہو یعنی نبوت و رسالت، جو شخص بھی اس کو لایا ہے اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ہے۔ اگر مَیں ان ایام میں موجود ہُوا تو تمہاری معقول مدد کروں گا۔" اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا۔ اور وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری نے اتنے الفاظ زیادہ لکھے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہم کو حدیثوں سے معلوم ہُوا ہے وحی کا سلسلہ منقطع ہو جانے

مُحسنۂ کائنات

از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔ اے بی ٹی خانقاہ ڈوگراں

(گزشتہ سے پیوستہ)

(سین)

("چند دن سے اکبر بیمار ہے۔ کچھ بڑھاپے کی وجہ سے اور کچھ علاج کی طرف سے لاپروائی کے باعث نقاہت بڑھتی جاتی ہے۔ بشیر سارا دن کھیتوں میں کام کرتا ہے اور شام کے وقت گھر آتا ہے۔ اپنے بال بچوں میں بیٹھے بیٹھے باپ کو بھی آواز دے کر حال پوچھ لیتا ہے ہاجراں کو بشیر کی بے اعتنائی کی شکایت ہے۔ نذیراں بدستور اپنے خاصمانہ رویہ پر ڈٹی ہوئی ہے۔ بشیر کا چھوٹا بھائی اب آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ چھٹی کے بعد باپ کی چارپائی کے پاس آ بیٹھتا ہے۔ ہاجراں اکبر کی حالت کو دن بدن خراب دیکھ کر بہت بد دل ہو جاتی ہے۔ چاہتی ہے کہ دونوں بیٹیوں کو بلا بھیجے۔ مگر نذیراں کی جابرانہ طبیعت سے ڈرتی ہے۔")

(قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس اسٹیج پر والدین کی بے بسی پر غور کریں۔ اور اپنے معاشرے کو جلد از جلد تبدیل کرنے کی کوشش کریں ورنہ یہ جرم سنگین دربارِ احکم الحاکمین میں معاف ہوتا ہُوا نظر نہیں آتا)

ہاجراں۔ (اکبر سے) میں اب بڑھاپے میں تیری خدمت کیا کروں۔ مجھ سے تو سنبھالا نہیں جاتا۔ ہائے۔ بشیر کا رات دن کی سکھلائی نے ہماری طرف سے آخرکار دل کھٹا ہی کر دیا۔ وہ تو اب ہمارے پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

اکبر۔ بشیر۔ ہاں بشیر۔

ہاجراں۔ اگر وہ تیرے پاس آئے۔ تو اُس کو تیری حالت کی خبر ہو نہ۔ مگر وہ تو ہمارے پاس آنے ہی نہیں دیتی۔

اکبر۔ ہاجراں۔ تو بیگانی لڑکی کی کیوں شکایت کرتی ہے۔ اپنے بشیر کی بات کرو۔ کس مصیبت سے پال کر جوان کیا۔ اور اب ——

ہاجرں۔ (اکبر کا سر دباتے ہوئے) اکبر تم کو یاد ہے۔ یہی بشیر ابھی سات آٹھ ماہ کا تھا کہ اس کا جسم کمزور ہونے لگا۔ حتےٰ کہ جب سال کا ہُوا۔ تو سُوکھ کر بالکل کانٹا سا ہو گیا۔ رات دن رال بہنے لگی۔ معدہ کسی چیز کو قبول نہ کرتا دن میں کئی کئی دفعہ میری گود ہی میں پاخانہ پھرتا اور ساتھ ہی قے بھی کرتا۔ ساری ساری رات میں اُٹھائے پھرتی۔ پڑوسنیں بھی میری مصیبت پر توبہ توبہ کرتی تھیں۔ آخر علاج کروائے۔ ٹیکے لگوائے تعویذ گنڈے۔ قبور پر چڑھاوے۔ نذر نیاز۔ پنڈتوں سے جنتر منتر۔ مولوی سے فال نکلوائیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں اس کو چارپائی پر ڈالتی اور یہ بیہوش سا ہو کر لیٹ جاتا۔ تو میں اس کے لبوں سے کان لگا کر اس کے سانس کا پتہ لگاتی رہتی۔ ہائے ہائے۔ نہ دن کو کھانا سوجھتا نہ رات کو آرام نصیب ہوتا۔ مگر قربان جائیے زہرہ کی فطرت کے۔ مجھ سے بھی زیادہ بشیر کو اُٹھائے پھرتی۔ چومتی چاٹتی۔

اکبر۔ ہاجراں مجھے اُمید نہ تھی کہ بشیر اس قدر لاپروا ہو جائیگا۔ ہم نے تو اس کی پرورش میں باقی تمام بچوں سے زیادہ مصائب جھیلے ہیں۔

ہاجراں۔ ابھی کل کی بات ہے۔ جب یہ لاہور کے کیمپ میں بیمار ہوا تو اُس وقت جوان ہی تھا۔ یہ کالے مُنہ والی ابھی ہمارے گھر میں نہیں آئی تھی۔ تم ہی بتاؤ کون اس کو سنبھالتا تھا؟ دن اور رات میں اسہال پر اسہال بستر کا بُرا حال پیشاب کے لئے میں بٹھاتی۔ پاخانے کے لئے میں مدد کرتی۔ حیا مانع تھا۔ مگر اُس قیامت کے موقعہ پر کون تھا۔ جو ہاتھ بٹاتا۔ تو خود بیمار پڑا تھا۔ راشن کا لانا باقی ضروریات کا فراہم کرنا۔ بارش اور گرمی میں آنا جانا۔ بعض اوقات راشن بیچ کر دوائی خریدنا اور خود فاقے سے رہنا۔ پھروں سجدے میں رات گزارنا۔ یہ اور اس طرح کے باقی مصائب کا کیا کہنا۔ اکبر تو دیکھا ہی کرتا تھا۔ کہ بشیر کی خدمت میں میں کس قدر دیوانہ وار پھرتی رہتی تھی اور اب تک زبان پر بد دُعا نہیں آئی اور نہ ہی آئے گی۔ میری تو آنکھوں کا تارا۔ دُعا ہے جیتا رہے۔ چلتا پھرتا تو نظر آ ہی جاتا ہے۔

اکبر۔ ہاجراں۔ خیر ان باتوں کو چھوڑیئے۔ میری طبیعت دن بدن نڈھال ہوتی جاتی ہے۔ اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر نذیراں کا خیال کریں تو گھٹ گھٹ کر مرجانے کا مقام ہے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ میری زہرہ اور صفیہ کو ایک دفعہ ضرور بُلاؤ۔

ہاجراں۔ بھلا میں بھی چاہتی ہوں کہ میری بیٹیاں نہ آئیں۔ میں تو پہلے دن سے سوچ رہی تھی۔ کہ زہرہ کو گئے ہوئے ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ صفیہ کو اگرچہ تھوڑا عرصہ گزرا ہے۔ مگر بیماری کسی کے بس کی بات نہیں اور پھر انجام کی کیا خبر۔ اگر خدانخواستہ کوئی دوسری صورت بنی۔ تو میری بیٹیاں ساری عمر مجھے ہی کوستی رہیں گی کہ تم نے ہمیں اپنے بابل کی لاش پر حاضر ہونے کی اجازت بھی نہ دی۔

(اتنے میں بشیر کا چھوٹا بھائی سعید سکول سے آ جاتا ہے اور اپنے باپ کی چارپائی پر آ کر بیٹھ جاتا ہے)

سعید۔ (ہاتھ پکڑ کر) ابا جی کیا حال ہے؟

اکبر (حسرت سے تک کر) بیٹا اخیر ہی ہے۔

سعید۔ ابا جی آج حکیم صاحب آئے ہوئے تھے؟

ہاجراں۔ بیٹا! حکیم تمہارے باپ کا نوکر تو نہیں۔ اس کو تو تین دن گزر رہے ہیں کہ اُس نے ہمارے گھر کی راہ تک نہیں دیکھی۔ پانچ روپے جو اُسے دیئے گئے تھے وہ ہضم۔ اب تو وہ سیدھے مُنہ بات بھی نہیں کرتا۔ غریبوں کے گھروں میں حکیم صاحب آپ آتے ہیں۔ اگلے دن چوہدری اکرم بیمار ہُوا تو یہی حکیم دو دو گھنٹے اُس کی پائنتی نہیں چھوڑتا تھا۔ بڑا حریص ہے۔ وہیں دو وقت حلوہ چاٹے انڈے اور مُرغ اُڑاتے تھے۔ اُن کے بچوں سے کھیلتا تھا۔ عورتوں سے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرتا مگر ہمارے ہاں۔۔

اکبر۔ سعید سے مخاطب ہو کر۔ بیٹا اپنی

دونوں بہنوں کو ایک ایک خط لکھ دو۔

ھاجراں - بیٹا سعید جلدی کرو۔ وہاں بوری سے کچھ دانے لے جاؤ اور اُن کو بیچ کر خط خرید لاؤ۔ جلدی کرو۔ کہیں وہ ڈائن نہ آجائے۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت - آج ہماری پائی پائی کا حساب ہوتا ہے - کوئی دن تھا کہ ہم اس گھر کے مالک تھے

(سعید ابھی دانے جھولی میں ڈال ہی رہا تھا کہ نذیراں باہر سے آجاتی ہے)

نذیراں - ماں پر دھی پتا پر گھوڑا
بہتا نہیں تے تھوڑا تھوڑا

اب تک بڑے چوری کرتے رہے ہیں اب چھوٹوں کی باری بھی آگئی ہے سانپوں کی اولاد سانپ ہی ہوتی ہے

ھاجراں - تو گھر کی مالکہ - اور میں تیری چور - خدا کی شان - کچھ تو سمجھ کر بات کر -

نذیراں - تیرا بیٹا تیرے سامنے چوری کر رہا ہے اور تم دونوں بیٹھے دیکھ رہے ہو

سعید - بھاوج جان! میں تو دو خط لانے کے لئے جانے لگا تھا - پیسے دے دو میں دانے نہیں لے جاتا۔

نذیراں - اچھا - اب پھر گھر کے اُجڑنے کے دن آگئے - مجھے پہلے ہی سوجھ گئی کہ اب آج کل ہی زہرہ اور صفیہ دندناتی ہوئی آجائیں گی -

ھاجراں - مجھ غریب کی بیٹیاں کس بھائی کے بھروسہ پر دندناتی آئینگی - بشیر تیرے قبضے ہے - سعید بیچارہ معصوم - دوسروں کے ہاتھوں تکنے والا - اور اُن کا باپ بستر مرگ پر -

نذیراں - (بات کاٹ کر) لاگی بھیج کر اُن کو خبر کر دو - کہ تمہارا باپ مرگیا ہے - فوراً آجائیں گی - خط کیوں ڈالتی ہو - جب منگوانا ہوا تو پھر کیا ؟

اکبر - بیٹی نذیراں ! میں اب بھی تم کو کچھ نہیں کہنا چاہتا - مگر تو میری بیٹیوں کے نام پر اتنی کیوں چڑ جاتی ہے ؟

ایک پڑوسن - میاں جی آج کیا حال ہے - زیادہ اُداس نظر آتے ہو - خیر تو ہے ؟

اکبر - بیٹی خیر ہے ویسے زہرہ اور صفیہ (یہ کہہ کر اکبر رونے لگتا ہے) پڑوسن بیٹھ جاتی ہے اور اُس کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آتے ہیں)

پڑوسن - میاں جی - میں بھی سمجھ گئی - اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو اُن دونوں کو ضرور بلا بھیجو - اولاد انہی وقتوں کے لئے ہوتی ہے -

نذیراں - صفیہ تو ابھی کل گئی ہے -

پڑوسن - نہ بہن - ماں باپ کا دل اور پھر بیماری کے موقعہ پر -

ھاجراں - ہم تو کسی کے ماں باپ نہیں قسمت کی بات ہے - میری بیٹیاں اب اپنے باپ کے مُنہ دیکھنے کے لئے بھی نہ آئیں تب تو نذیراں خوش ہے -

نذیراں - نہیں نہیں منگوالو - دانے تو پڑوسن میں بھی نہیں ملتے - بدنصیب اب اپنے بیلوں کی جوڑی بیچ کر بہنوں کو کھلا دے گا -

اکبر - بیٹی کچھ خدا سے ڈرو - اُس کے فضل سے گزر ہوتی ہی ہے - کمانے والا جیتا رہے - اُس کی جوڑی کیوں بکنے لگی

پڑوسن - ماسی ہاجراں ! بلاؤ - صفیہ اور زہرہ دونوں کو بلاؤ -

(اتنے میں دوسری پڑوسن بھی آجاتی ہے - اکبر اور ہاجراں اس کی آمد پر دونوں رونے لگتے ہیں)

دوسری پڑوسن - کیا بات ہے - میاں جی خیر تو ہے - ہاجراں تو تو بڑے دل گُردے والی ہے - آخر رونے کی کیا وجہ ہے ؟

ھاجراں - (روتے روتے) بیٹی قسمت کا رونا ہے - اکبر ایک دو دن کا مہمان ہے - اپنی بیٹیوں کو یاد کر کے رو رہا ہے - سعید کو کہا تھا - کہ دو خط لاؤ - مگر نذیراں (اب ہاجراں پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگتی ہے - پڑوسن اس کو حوصلہ دیتی ہے - اور نذیراں کو مخاطب ہو کر) اب دونوں پڑوسنیں کہتی ہیں اور ساتھ ہی سعید کو خطوط لانے کے لئے ہاتھ سے دھکیل کر بھیج دیتی ہیں)

دونوں پڑوسنیں - نذیراں - نہ بہن - اب تیرے بولنے کا وقت نہیں - تم نے اچھے بُرے دن آخر گزار ہی دیئے انجام کار گھر تیرا ہی ہے - ہماری خالہ کی طبیعت سخت ہی سہی مگر تیرے بچّوں کے حق میں تو تجھ سے بڑھ کر دُعائیں کرتی رہتی ہیں -

(نذیراں خاموش رہتی ہے) اور تھوڑی دیر کے بعد سعید بھی خط لے کر واپس آجاتا ہے - پڑوسن ایک دو باتوں کے بعد رخصت ہو جاتی ہے - شام کا وقت قریب ہے - (اتنے میں بشیر بھی معمول سے قدرے پہلے ہی گھر واپس آجاتا ہے)

نذیراں - آج کس لئے وقت سے پہلے آگئے ہو - فصل تیار کھڑی ہے - اپنی چیز کی حفاظت خود کرنی چاہئے گھر میں اتنا کونسا ضروری کام تھا -

بشیر - کام تو کوئی نہیں تھا - ویسے ہی آگیا ہوں -

(بشیر اپنے چھوٹے بچّے کو اُٹھا لیتا ہے اور اُس سے پیار کی باتیں کرنے لگتا ہے - مگر ہاجراں اور سعید اکبر کے پاس ڈیوڑھی میں نہایت افسردہ خاطر بیٹھے ہیں - بشیر تھوڑی دیر کے بعد اپنے بچے کو اُٹھائے ہوئے ڈیوڑھی میں آجاتا ہے)

بشیر - آج کیا حال ہے ؟ (ابا جی کہے بغیر)

اکبر - خیر ہے بیٹا -

ھاجراں - خیر ہو جائے گی - تم کو ہماری خیر سے کیا تعلق -

بشیر - چلو شکایت شروع ہوئی - اس لئے میں تو قریب ہی نہیں آتا -

ھاجراں - تو پھر خیر پوچھنے سے کیا حاصل - دس بارہ دن سے اس کو بخار آ رہا ہے - کمزور اس قدر ہو چکا ہے کہ اب چارپائی سے بھی ہلا نہیں جاتا - تم نے کبھی خیال کیا کہ اس غریب کو دوائی ملتی ہے یا نہیں - دوائی کیا - روٹی بھی دو وقت میسر آتی ہے یا نہیں

بشیر - میں کاروبار چھوڑ کر گھر میں بیٹھ جاؤں ؟

اکبر - (بشیر کو مخاطب ہو کر) بیٹا اس کو چھوڑو - یہ ہمیشہ ایسی ہی باتیں کرتی رہتی ہے - ہاں اپنی بہنوں کو علیحدہ علیحدہ خط لکھوا دو - کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ اُن کو مل لوں - زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں -

(بشیر یہ بات سُن کر بغیر جواب دیئے ہوئے ڈیوڑھی سے باہر آجاتا ہے -

(باقی آئندہ)

شعر

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

توحیدِ باری تعالےٰ

قرآنی تعلیم کی روشنی میں

(از جناب محمد حفیظ اللہ صاحب کچلو- ڈگلس پورہ - لائل پور)

دُنیا کے تمام مذاہب نے اس امر پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ وحدہٗ لا شریک ہے- اس کا کوئی ثانی نہیں- وہ اپنی ذات میں اور صفات میں یگانہ ہے- کوئی دوسری ہستی اس کی شریک و سہیم نہیں- اور کوئی رسول ایسا نہیں گزرا جس کی تعلیم کا طرۂ امتیاز توحید نہ رہا ہو-

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

(۲۰- ۲۴)

ترجمہ اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول دُنیا میں نہیں بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں- پس میری عبادت کرو-

لیکن نزولِ قرآن سے پہلے تمام مذاہب نے توحید کے ایمانی پہلو یعنی توحید فی الذات پر تو بہت زور دیا ہے- لیکن سلبی پہلو یعنی توحید فی الصفات کو اس کی ابتدائی اور سادہ حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے- غالباً دُنیا کے ابتدائی دور میں لوگوں کی سمجھ بوجھ اس قدر پختہ و بلند نہ ہوئی تھی کہ وہ اللہ کی صفات کی باریکیوں اور نزاکتوں کو پورے طور سے سمجھ سکتے- چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب قبل از اسلام گو توحید کی تعلیم موجود تھی- لیکن پھر بھی کسی نہ کسی شکل میں شخصیت پرستی- عظمت پرستی اور بت پرستی اُبھرتی رہی- اور رہنمایانِ مذہب- اور مقتدایانِ دین کی کوششوں کے باوجود ان مشرکانہ افعال کا استیصال نہ ہو سکا- اور ہادی و معلم کی وفات کو جوں جوں وقت گزرتا رہا ان عقائد باطلہ میں اور ترقی ہوتی رہی- یہاں تک کہ پرستش کی ایسی چوکھٹیں بننا شروع ہو گئیں جنہیں انسان کی جبینِ نیاز چھو سکتی تھی- شاید اس لئے کہ ؎

خوگر پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
پھر کوئی پوجتا اَن دیکھے خدا کو کیونکر

گو خدا کی ہستی کا اعتقاد انسانی فطرت کے اندرونی تقاضوں کا جواب ہے- اور اس کے لئے بلندی کے ایک ایسے نصب العین کی ضرورت ہے- جو دُنیا کی پستیوں سے بہت ہی اعلےٰ وارفع ہو- لیکن انسانی فطرت کا تقاضا کچھ ایسی نوعیت کا واقع ہوا ہے- کہ اس نصب العین کا حصول بغیر کسی ایسے تصوّر کے پُورا نہیں ہو سکتا- جو کسی نہ کسی شکل میں اس کے سامنے نہ آئے- اور یہ تصوّر تب ہی درجہ تکمیل کو پہنچے گا- جب مجازی صفتوں کے تشخص کا کوئی نہ کوئی نقاب اپنے چہرہ پر نہ ڈال لے- اور یہ وہ نکتہ ہے جہاں سے عقلِ انسانی کی درماندگیاں اور کوتاہیاں شروع ہو جاتی ہیں اور وہ پھر صحیح راہِ عمل اختیار کرنے کی بجائے کوئی ایسی گمراہی نہیں جس میں گم ہونے یا بھٹکنے کے لئے مستعد نہ ہو جائے حتیٰ کہ بعض اوقات بھٹکتے بھٹکتے اس قدر دور نکل جاتا ہے کہ جہاں وہ خود کھڑا ہے- خدا کا تصوّر اس سے بھی نیچے گرا دیتا ہے-

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ -

دوسری طرف یہ حقیقت بھی صاف صاف دکھائی دیتی ہے- کہ توحیدی تصوّر کی یہ بلندی بھی گو وہ تشخص کی آمیزش سے پاک نہ تھی- اشتراک و تعدد کی لعنت سے منزہ و مبرّا نہ رہ سکی- اور دُنیا میں توحید فی الذّات کے ساتھ توحید فی الصفات کا عقیدہ فروغ نہ پا سکا- اور رفتہ رفتہ یہ عقائد بھی لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑتے رہے- کہ ایک یگانہ ہستی کی موجودگی کے تیقّن کے بعد بھی دوسرے خدا نابود نہیں ہو سکتے- البتہ اس یگانہ ہستی سے یہ رعایت ضرور کی گئی کہ اس کی فوقیت چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں پر تسلیم کر لی گئی- اور جب اس کے باوجود بھی ان خود ساختہ معبودوں کا اعلےٰ مقام متزلزل ہوتا نظر آیا- تو توسّل اور تزلّف کا درمیانی مقام ان کے لئے پیدا کر لیا گیا- یعنی یہ فرض کر لیا گیا کہ اگرچہ وہ خود خدا نہیں لیکن خدا تک پہنچنے کے لئے ان کے سامنے جھکنا اور سجدہ کرنا ضروری ہے- دعوےٰ یہ تھا کہ یہ پرستش در اصل معبود حقیقی کے لئے ہے اگرچہ ہے ان بتوں کے آستانوں پر- کیونکہ لوگوں کے دلوں میں عقیدہ راسخ ہو گیا تھا- اللہ تعالےٰ کی اس قدر عظیم الشان ہستی ہے کہ براہ راست اس کے آستانہ تک پہنچنا ممکن نہیں- اس لئے ان دیوتاؤں کے آستانوں کا وسیلہ پکڑنا ضروری ہے- در اصل یہی توسّل و تزلّف کا عقیدہ ہے جس نے ہر جگہ توحیدی اعتقاد و عمل کی تکمیل میں خلل ڈالا ہے- ورنہ خدا کے خالق و مالک الملک ہونے سے شاید کسی کو بھی انکار نہ تھا- عرب کے بُت پرست بھی اسی عقیدہ کو اپنی صنم پرستی کے جواز میں پیش کرتے ہیں-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى-

بہر حال شرک فی الصّفات اور شرک فی العبادات کا یہی وہ عنصری مادہ تھا- جس نے دُنیا کے مختلف مذاہب کو سرتاسر اشتراک و اصنام پرستی کے عقائد سے معمور کر دیا-

اس کے علاوہ سب سے زیادہ نازک معاملہ پیغمبر و رہنما کی شخصیت کا تھا- یہ ظاہر ہے کہ کوئی تعلیم عظمت اور رفعت نہیں حاصل کر سکتی جب تک معلم و رہنما کی شخصیت عام انسانی سطح سے بلند نہ ہو اور اس کے کردار میں ایسی خوبیاں موجود نہ ہوں جو اُس کو دوسرے ہمعصروں سے ممیّز کریں- لیکن ایک شخصیت کی عظمت کے بہر حال حدود ہونے چاہئیں اور انہیں حدود کے تعین میں سب کے قدموں نے ٹھوکر کھائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کبھی ہادی رہنما کی شخصیت کو خدا کا اوتار بنا دیا گیا- کبھی اسے خدا کا بیٹا سمجھ لیا- کبھی اس کا شریک و مددگار ٹھہرا دیا- اگر یہ نہیں کیا تو کم سے کم اس کی تعظیم و تکریم میں بندگی کی سی شان پیدا کر لی-

یہودیوں کی مثال کو لیجئے- یہ قوم اپنی ابتدائی گمراہیوں اور گوسالہ پرستی کے دور کے بعد- جو در اصل مصری آقاؤں کی طویل رفاقت اور اثر و نفوذ کا نتیجہ تھا- ایسا شاید ہی کبھی کیا ہو کہ پتھر کے بت تراش کر یا مٹی کے صنم بنا کر ان کے سامنے سرِ نیاز خم کیا ہو- لیکن اس گمراہی سے وہ بھی نہ بچ سکے کہ اپنے پیغمبروں کے مزاروں پر عظیم الشان ہیکل تعمیر کر لئے- اور اُن کو عبادت گاہوں کی سی شان تقدیس دے کر وہاں سرِ نیاز جھکاتے رہے اور کم و بیش قبر پرستی کا سا مظاہرہ کرتے رہے-

گوتم بدھ کے ظہور کے وقت چونکہ اصنامی بت پرستی کے مفاسد ہندوستان کی فضا پر

چھائے ہوئے تھے اور اصنام پرستی بجائے خود
راہ حقیقت کی سب سے بڑی رکاوٹ بنی
ہوئی تھی۔ اس لئے مہاتما بدھ نے اس
رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے پرستش
کے لفظ کو ہی اپنی تعلیم سے خارج
کر دیا۔ خواہ وہ خدا کی پرستش ہی کیوں
نہ ہو۔ بلکہ اُس نے اپنی تمام تر توجہ
"اسٹانگ مارگ" یعنی ان آٹھ اصولوں
پر مرکوز کر دی جو اس کی دانست میں
انسان کی عملی سعادت کے لئے ضروری
تھے۔ یعنی علم و عمل کا تزکیہ۔ علم حق
کے طلب کی جستجو۔ رحم و شفقت قربانی و
ایثار کے جذبات پیدا کرنا۔ ہوا و ہوس
سے پرہیز۔ خودی کو مارنا وغیرہ۔ بہرحال
اس کی تعلیم میں اصنام پرستی کی کوئی
گنجائش نہیں۔ بلکہ اس کی آخری وصیت
یہ تھی۔ "ایسا نہ کرنا کہ میری نعش کی
خاکستر کی پوجا شروع کردو۔ اگر تم نے
ایسا کیا تو یاد رکھو نجات کے تمام راستے
تم پر بند ہو جائیں گے۔" لیکن اس
وصیت کی جیسی کچھ مٹی پلید کی گئی وہ
دنیا کے سامنے ہے۔ نہ صرف یہ کہ بدھ
کی خاک اور یادگاروں پر معبد تعمیر کئے
گئے۔ بلکہ بدھ مذہب کی اشاعت کا ذریعہ
یہی سمجھا گیا کہ دنیا کا کوئی گوشہ اس کے
مجسموں سے خالی نہ رہے۔ اور یہ ایک
حقیقت ہے کہ دنیا میں کسی معبود کے
اس قدر مجسمے نہیں بنائے گئے جس قدر گوتم
بدھ کے بنائے گئے۔

اب مسیحی مذہب کو لیجئے۔ اس کی
تعلیم سرتاسر توحید سے معمور تھی اور
اس میں شخصیت پرستی یا بت پرستی کا شائبہ
تک نہ تھا۔ لیکن مسیح کے ظہور کو پوری
صدی بھی نہ گزری تھی کہ نونیہ کی مسیحی
کونسل نے پورے غور و خوض کے بعد
الوہیت مسیح کا عقیدہ رائج کر دیا۔ اور
رفتہ رفتہ جب ان جدید مسیحی عقائد کا رومی
اصنام پرستی کے تصوروں سے امتزاج ہوا
تو یہ مذہب بھی اقانیم ثلاثہ۔ کفارہ اور
مسیح پرستی کے گوناگوں تصورات کا گہوارہ
بن گیا۔ لطف یہ ہے کہ عیسائیوں کا دعویٰ
تو یہ تھا کہ ہمارے مذہب میں کسی نوعیت کی
بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں اور خود اسی گمراہی
کے اس شکل میں مرتکب ہو رہے تھے۔ کہ
میڈونا قدیم رومی بت کی جگہ حضرت مریم
کے بت کو دے دی گئی۔ جو خدا کے اکلوتے
بیٹے کو گود میں لئے ہوئے ہر ایک
راسخ الاعتقاد مسیحی کی سجدہ گاہ بنی ہوئی تھی۔
غرض نزول قرآن سے پہلے دین مسیحی
آسمانی باپ کی تمثیل و توحید کے ساتھ۔
تثلیث۔ کفارہ تجسم پرستی کا ایک معجون مرکب
بنا ہوا تھا۔

لیکن قرآن نے توحید بالذات اور توحید
فی الصفات کا ایسا مکمل نقشہ کھینچ دیا ہے
کہ اس طرح کی لغزشوں کا امکان باقی نہ
رکھا۔ اور یہی مذہب اسلام کی امتیازی
خصوصیت ہے۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ ہر طرح کی
عبادت اور عجز و نیاز کی مستحق صرف
ذات باری تعالےٰ ہے۔ پس اگر تم نے
عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی
کے سامنے سر جھکایا تو توحید الٰہی کا اعتقاد
ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر تم
نے خدا کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرا
لیا۔ اور اس کی الوہیت میں کسی اور کو
حصہ دار بنا لیا تو تم شرک فی الذات کے
مرتکب ہوئے۔ اگر تم نے خدا کی صفات
میں کسی کو کلی یا جزوی طور سے شریک
کر لیا۔ یعنی کسی کے متعلق خواہ وہ کس قدر
بلند و بالا ہستی کیوں نہ ہو۔ یہ سمجھ لیا۔
کہ اسے غیب کا علم ہے یا اس پر غیب
کی تمام حقیقتیں روشن ہیں یا وہ خدا کی طرح
ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یا سب کچھ سنتا۔
دیکھتا اور جانتا ہے۔ یا وہ ان تمام نقائص
سے مبرّا و منزہ ہے جو ایک انسان میں
بہ تقاضائے بشریت پائے جاتے ہیں تو تم
شرک فی الصفات کے مرتکب ہوئے۔ قرآن
واشگاف الفاظ میں ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ
یہ صرف اللہ ہی ہے جو انسانوں کی پکار
سنتا اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ پس
اگر تم نے کسی اور کو بھی یہ رتبہ بخش دیا
تو گویا تم نے اس کو خدا کی خدائی کا حصہ دار
بنا لیا اور یہ اس قدر بڑا گناہ ہے جس
کو کبھی اللہ تعالےٰ معاف نہیں کرے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ دعا۔ التجا۔ استعانت۔
رکوع و سجود۔ قیام و قعود۔ عجز و نیاز۔ اعتماد
توکل غرض اس طرح کے تمام نیاز مندانہ
اعمال و افعال خدا اور بندوں کا رشتہ قائم
رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے اگر
تم نے ان اعمال و افعال میں کسی دوسری
ہستی کو بھی شریک کر لیا تو خدا کے رشتۂ
معبودیت کی یگانگت باقی نہ رہی۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ کی عظمت و کبریائی
ہیبت و جلال کارسازی و کار فرمائی کا یقین
کامل جو تمہارے اندر اس کی ہستی کا اعتقاد
پیدا کر رہا ہے۔ اگر تم نے ان صفات کے
کلی یا جزوی حصہ کا کسی اور کو بھی اہل
سمجھ لیا۔ تو یہ ایک شرک جلی ہوگا جس
سے توحید کا عقیدہ پارہ پارہ ہو کر رہ جائیگا
یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں اِیَّاکَ
نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ کی تلقین کی گئی
ہے۔ جس کو ہر مسلمان پانچوں نمازوں اور نماز
کی ہر رکعت میں پڑھتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن میں اس کثرت
سے توحید فی الصفات کا ذکر آیا گیا ہے کہ
شاید قرآن کا کوئی رکوع اس سے خالی ہو۔
اور شرک کا بار بار رد کیا گیا ہے اور
اس کو انسان کا مذموم تر گناہ قرار دیا گیا
تھا۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ
مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ
بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالےٰ اس کو
ہرگز نہیں بخشتا۔ کہ اس کے ساتھ
کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اس
کے علاوہ جس قدر گناہ ہیں وہ جس
کو چاہے معاف کر دیتا ہے۔ اور
جس شخص نے کسی کو اللہ کا شریک
ٹھہرایا۔ گویا اس نے ایک عظیم الشان
جھوٹ تصنیف کیا۔ اور بڑے سخت
گناہ کا ارتکاب کیا۔

انسان کی ایک عالمگیر گمراہی یہ رہی
ہے کہ جب کوئی آدمی روحانی عظمت کے
ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ تو عوام الناس اس کو
بشریت اور بندگی کی سطح سے بلند کر کے
دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ
اس کی شخصیت کو ملاء اعلےٰ تک پہنچا کر
بھی دم نہیں لیتے۔ بلکہ ذات باری تعالےٰ
سے پیوست کر دیتے ہیں۔

یہ کس قدر بد ذوقی اور ضعف الاعتقادی
ہے کہ مخلوق کے کمالات کو دیکھ کر اس پر فائق
ہونے کا گمان کر لیا جائے۔ یا اس میں
خالق کی صفات پیدا کر دی جائیں۔ حالانکہ
تقاضائے دانشمندی یہ ہے کہ مخلوق کے
کمالات میں خالق کی عظیم الشان قدرت کی
نشانیاں دیکھی جائیں۔ اور اُن سے نور ایمان
حاصل کیا جائے۔

قرآن کریم نے پیغمبر اسلام کی حیثیت
ایسے قطعی لفظوں میں واضح کر دی کہ اس گمراہی
کا ہمیشہ کے لئے ازالہ ہو گیا ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

منعقدہ ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔
اما بعد میری آج کی معروضات کا عنوان ہے۔

انسان کا ایمان ہمیشہ خطرہ میں ہے جب تک لحد قبر میں داخل نہ ہو جائے

اس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تمام عمر جنت کے کام کرتا ہے۔ ایک ہاتھ جنت میں داخل ہونے میں رہ جاتا ہے کہ اس سے ایک کام ایسا ہو جاتا ہے کہ سیدھا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اسی طرح ایک شخص ساری عمر دوزخ کے کام کرتا ہے کہ ایک ہاتھ دوزخ میں داخل ہونے میں رہ جاتا ہے کہ ایک ایسا کام ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لحد قبر میں داخل ہونے تک ایمان خطرہ میں ہے۔ حضورؐ نے فتنوں کی پیشینگوئی فرمائی ہے۔ ان فتنوں کے ایام میں انسان صبح کو مومن ہوگا۔ تو شام کو کافر۔ شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن میں ایک روایت ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال کے ساتھ جلدی کرو۔ ایسا فتنہ جو مثل اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح ہے (اس میں) صبح کو ایک شخص مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن صبح کو کافر۔ وہ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچے گا۔

اس وقت تک مومن کو مطمئن نہیں ہونا چاہیئے جب تک ایمان کو بچا کر لحد قبر میں داخل نہ ہو جائے۔ حضورؐ نے بے ایمان ہونے کا سبب بھی بیان فرما دیا ہے۔ یہ ہے دین کو دنیا کے لئے بیچ دینا۔

موجودہ زمانے میں بہت سے فتنے پیدا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے دو کا ذکر کرتا ہوں باقی کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ دو فتنے ہیں۔ ۱۔ مرزائیت۔ ۲۔ انکار حدیث۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لئے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے سوال کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب نوجوان زیادہ مرزائی کیوں ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ مولوی صاحب! روٹی کے لئے۔ مرزائی بیٹی کا رشتہ بھی دیتے ہیں اور نوکر بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہیئے۔ بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا (ترجمہ) بعض اوقات تنگدستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ یہ یاد رکھئے کہ انکار حدیث بھی سراسر گمراہی ہے۔ پرویز اور اس کے ساتھی جو حدیث کا انکار کر رہے ہیں وہ گمراہ ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں وحی ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم رکوع ۱ پ ۲۷)
ترجمہ: (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے)

حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ وہ وحی جلی ہے اور یہ خفی۔ منکرین حدیث کے دل میں ایمان نہیں رہتا۔ وہ بے ایمان ہیں۔ انسان سہل انگاری چاہتا ہے انکار حدیث سے بہت سی باتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان فتنوں سے بچائے۔ اور جو ان میں پھنس گئے ہیں۔ ان کو ان سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ایمان کو بچانے کا طریقہ بھی عرض کر دوں قرآن میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔
کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۵ پ ۱۱)
ترجمہ (اور سچوں کے ساتھ رہو)
دوسری جگہ آتا ہے۔ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (سورۃ البقرہ رکوع ۵ پ ۱) ترجمہ
(اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرو)

جو بکری یا بھیڑ ریوڑ میں رہتی ہے وہ گڈریا کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ جو ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے وہ گڈریا کی حفاظت سے نکل جاتی ہے اور بھیڑیا اس کو شکار کر لیتا ہے۔ آج کل فتنوں کا زمانہ ہے۔ وہی شخص اپنا ایمان بچا سکتا ہے جو حق پرست جماعت سے وابستہ رہے گا۔

حق پرست جماعت کی علامت حضورؐ نے خود بیان فرما دی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحٰى إِلَيْهِ ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِينَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ کو چالیس برس کی عمر میں پیغمبر بنایا گیا۔ اس کے بعد تیرہ برس آپؐ مکہ میں رہے۔ اور اس عرصہ میں وحی آتی رہی۔ پھر آپؐ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ اور ہجرت کے بعد آپ دس برس تک مدینہ میں رہے۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّينَ وَأَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّينَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْبُخَارِيُّ ثَلٰثٌ وَسِتِّينَ أَكْثَرُ

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت عمرؓ نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلٰى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ إِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ابْنِ عَمِّ خَدِيجَةَ فَقَالَتْ لَهُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرٰى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأٰى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوسٰى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا أَوْفٰى بِذُرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ۔

ترجمہ۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ وحی کے سلسلہ میں سب سے پہلی چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع کی گئی۔ وہ سوتے میں سچے خوابوں کا نظر آنا تھا۔ آپ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی مانند نظر آجاتی۔ اس کے بعد آپؐ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ اور آپؐ غار حرا کے اندر گوشہ نشین رہنے لگے۔ غار حراء میں آپؐ عبادت فرمایا کرتے تھے اور کئی کئی روز عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور یہ اس وقت جب کہ آپؐ کی خواہش گھر کے لوگوں کی طرف نہ ہوتی تھی۔ آپ کھانا لے جاتے (اور جب وہ ختم ہو جاتا) تو خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس واپس آتے اور جتنے دن غار حراء میں قیام کا ارادہ ہوتا اتنے دن کا سامان پھر لے جاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آیا۔ (یعنی حق کا پیام) آپؐ اس وقت غار حراء میں تھے فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا پڑھ (یعنی جو کچھ یاد ہو) آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور خوب بھینچا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا۔ پھر فرشتہ نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا۔ پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور خوب دبایا۔ (یعنی سینہ سے لگا کر خوب دبایا) یہاں تک کہ وہ تھک گیا، یا میں تھک گیا۔ فرشتہ نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا، پڑھ! میں نے کہا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں (یعنی میں پڑھ نہیں سکتا) اس نے پھر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور تیسری مرتبہ سینے سے لگا کر مجھ کو خوب بھینچا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا۔ اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا، پڑھ! اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (یعنی اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز کو۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا پروردگار سب سے بزرگ و برتر ہے۔ وہ پروردگار جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھلایا اور انسان کو وہ چیز سکھائی جس کو وہ نہ جانتا تھا) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لے کر گھر کی طرف لوٹے اور حالت یہ تھی کہ آپؐ کا دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس پہنچ کر آپؐ نے فرمایا۔ مجھ کو کپڑا اوڑھا دو مجھ کو کپڑا اوڑھا دو چنانچہ آپؐ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کا خوف جاتا رہا پھر آپؐ نے خدیجۃ الکبریٰؓ سے تمام واقعہ بیان فرمایا۔ اور کہا مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہؓ نے کہا۔ تم ہرگز نہ ڈرو۔ (ایسا نہ ہوگا)

(باقی صفحہ ...)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صدقات وزکوٰۃ کی حقیقت

(از جناب ایم عبدالرحمٰن (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج - شیخوپورہ)

ہرچہ داری صرف کن در راہِ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

اسلامی خیرات کی تنظیم: خیرات کی بھی دو صورتیں اور قسمیں قرار دی گئی ہیں (۱) زکوٰۃ۔ جو فرض اور لازمی کر دی (صدقہ واجبہ) (۲) صدقہ نفلی۔ جو ہر مسلمان کی منشاء اور مرضی پر چھوڑ دی گئی ہے۔ اگرچہ یہ لازمی نہیں مگر بڑے ثواب کا کام ہے۔

زکوٰۃ تو حکومت ہی کی وساطت سے منظم طریق سے خرچ ہوتی رہی۔ لیکن صدقات میں مسلمان آزاد رہے۔ اسی سلسلہ میں وہ مدارس دینی، مساجد، محتاج خانے، یتیم خانے، لنگر خانے، سرائیں اور کنوئیں وغیرہ بھی بناتے رہے۔ اور ویسے بھی اپنی مرضی سے دیتے رہے۔

اگر کسی غیر مستحق کو بھی صدقہ مل جائے تو پچھتانا نہ چاہئے۔ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ قصور معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے۔ فروتنی کرنے والوں کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ نصف کھجور بھی ہو سکے تو وہی صدقہ میں دیدو کہ قبر روشن کرنے کے لئے یہی کافی ہے۔

تفصیل صدقات: لوگوں کو اچھی بات بتانا بھی صدقہ ہے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔ آدمی کے جوڑ جوڑ اور بند بند پر ہر روز صدقہ لازم آتا ہے۔ اشخاص میں انصاف کر دینا صدقہ ہے۔ کسی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔ سواری پر اسباب رکھوانا یا کسی کو سہارا دے کر سوار کرا دینا بھی صدقہ ہے۔ نماز کے لئے قدم اٹھانا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے کانٹے اور پتھر وغیرہ ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فاحشہ عورت نے پیاس سے مرتے ہوئے کتے کو پانی پلا دیا تھا جس کے صلہ میں وہ بخشی گئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جس کا نفقہ اس پر واجب ہو۔ اگر حصول ثواب کی نیت سے گھر والوں کو کچھ دیتا ہے تو صدقہ ہی کا ثواب پاتا ہے۔ خواہ خدا کی راہ میں دے غلامی سے آزاد کر دے۔ قرضہ سے نجات دلائے۔ مسکین کو دے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس صدقہ لینے والا آئے تو اس کو خوشی کی حالت میں واپس کرو۔ یعنی اس سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ۔

گداگری کی مذمت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں سے بلا وجہ سوال کرتا ہے قیامت کے روز اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا۔

ایک آدمی کا رسی میں لکڑیاں باندھ کر بوجھ اٹھانا پھر اس کو فروخت کر کے روزی حاصل کرنا لوگوں سے سوال کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

مسلمانوں میں گداگری کی وبا روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہر بازار، ہر گلی، ہر مکان اور ہر دوکان پر مسلمان فقیروں کا ہجوم رہتا ہے۔ جو طرح طرح کے درد ناک من گھڑت افسانے سنا سنا کر یا جسم کے مختلف اعضاء پر جھوٹ موٹ بہت سا گودڑ اور پٹیاں لپیٹ کر لوگوں کو اپنی حالتِ زار کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور ان سے پیسے وصول کرتے ہیں بہت سے پیشہ ور فقیر ڈولیوں میں بیٹھ کر بازار میں نکلتے ہیں اور لوگ انہیں اپاہج اور مفلوج سمجھ کر زیادہ سے زیادہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ بعض بوڑھے کسی نوجوان مزدور سے مزدوری ٹھہرا کر اسکے کندھوں پر سوار ہو کر بھیک مانگتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ نوجوان اس کا سعادتمند بیٹا ہے جو ضعیف العمر باپ کو اس طرح لادے لادے پھرتا ہے۔ بہت سے مسافر بن کر لوگوں کو ٹھگتے ہیں۔ اور ریلوے اسٹیشن پر اپنے مال و اسباب کے چوری جانے کا قصہ سنا سنا کر لوگوں کی جیبیں خالی کرالیا کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بھیک مانگنے کے نئے نئے طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے ہیں۔ اور ہر صبح گزشتہ شام کی نسبت فقیروں کی تعداد میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس خرابی کا باعث اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ محنت کرنے کی بجائے بھیک مانگ کر وہ زیادہ روپیہ کما سکتے ہیں۔ وہ ہماری اس کمزوری سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ ہم نہایت آسانی سے سوال کرنے والوں کے لئے جیب سے پیسہ نکال دیا کرتے ہیں اور یہ علم ان کی ہمت افزائی کے لئے بہت کافی ہے اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی اور اپنا خیرات کرنے کا طریقہ نہ بدلا تو اندیشہ ہے کہ فقیروں کی تعداد کی یہ روز افزوں زیادتی کہیں ساری قوم کو بھیک منگوں کی قوم نہ بنا دے۔

اسلام نے خیرات کرنے کا بہترین طریقہ سکھا دیا ہے اگر ہم الگ الگ خیرات کرنے کی رسم و بند کر کے پھر بیت المال قائم کر لیں تو تمام مستحقین کی پورے طور پر امداد بھی ہو سکتی ہے۔ اور قوم سے یہ گداگری کی لعنت بھی دور کی جا سکتی ہے۔ زکوٰۃ اور خیرات بہت اچھی چیزیں ہیں اور ہمیں ہر وقت ہر مصیبت زدہ کی امداد کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔ لیکن دنیا کی ہر اچھی چیز بری ہو سکتی ہے اگر اس کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جائے۔ ہم اپنی خیرات سے قوم میں بھیک مانگنے والوں کی ہمت افزائی کر رہے ہیں۔ اور یقیناً یہ خیرات کا نہایت غلط استعمال ہے۔

اب آگے احکام زکوٰۃ درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ سورہ توبہ پ ۱۰ ع ۸

ترجمہ۔ زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے۔ اور گردنوں

کے چھڑانے میں۔ اور جو تاوان بھریں۔ اور اللہ کے رستہ میں۔ اور راہ کے مسافر کو۔ ٹھیرایا ہُوا ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(تفسیر) چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں پیغمبر کو طعن کیا گیا تھا اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہُوا ہے۔ اُس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے۔ کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں (۱) فقرا (جن کے پاس کچھ نہ ہو) (۲) مساکین جن کو بقدرِ حاجت میسّر نہ ہو (۳) عاملین۔ جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں (۴) مؤلّفۃ القلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں۔ اکثر علما کے نزدیک حضورؐ کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی (۵) رقاب یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں۔ یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں (۶) غارمین۔ جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے (۷) جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے (۸) ابن السبیل۔ مسافر جو حالتِ سفر میں مالکِ نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔ حنفیہ کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔

(۲) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ٥ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ٥ سورہ التوبہ رکوع ۱۱ پارہ ۱۰

(ترجمہ) جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اُس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ سو ان کو خوشخبری سُنا دے عذاب دردناک کی۔ جس دن کہ آگ دہکائینگے اُس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے۔ اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ کہا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے۔ اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔

(تفسیر) جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں اُن کی یہ سزا ہے۔ بہر حال دولت وہ اچھی ہے۔ جو آخرت میں وبال نہ بنے۔ بخیل دولتمند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اُس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے اُدھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے اِس لئے سونا چاندی تپا کر ان تین موقعوں (۱) پیشانی (۲) پہلو (۳) پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

فرضیت زکوٰۃ: زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سے زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔ جو شخص زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے۔

شرائطِ فرضیت: (۱) مسلمان (۲) آزاد (۳) عاقل (۴) بالغ ہونا (۵) مالک نصاب ہونا (۶) نصاب کا اپنی اصلی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہُوا ہونا (۷) مالک ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا۔ زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔ پس کافر۔ غلام۔ مجنون اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں چاندی، سونے اور ہر قسم کے مالِ تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے۔ چاندی سونے کی تمام چیزوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔ تجارت کی چیزوں کے سوا دیگر سامان اور اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لئے ہو وہ مالِ تجارت ہے۔ خواہ کسی قسم کا مال ہو۔

چاندی وسونے کا نصاب: ۵۲ تولے ۶ ماشے چاندی کا نصاب ہے۔ اور سونے کا نصاب ۷ تولے ساڑھے آٹھ ماشے۔

زکوٰۃ میں چالیسواں حصّہ دینا فرض ہوتا ہے۔

جس زمین کو بارش یا چشموں کا پانی دیا جاتا ہو اس میں دسواں حصّہ زکوٰۃ اور جو زمین آبپاشی کی ہے اس میں بیسواں حصّہ۔ دفینہ میں صدقہ کا پانچواں حصّہ واجب ہے۔

مستحقینِ زکوٰۃ: جس قدر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ کسی مستحق کو خاص خدا کے واسطے دے دو۔ اور اسے مالک بنا دو۔ کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہاں اگر مالِ زکوٰۃ میں سے فقیروں کے لئے کوئی چیز خرید کر اُن کو تقسیم کر دو تو جائز ہے۔

جن کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے:

(۱) مالدار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (۲) سیّد اور بنی ہاشم (۳) اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی چاہے اور اُوپر کے ہوں (۴) بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی چاہے اور نیچے کے ہوں۔ (۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو (۶) کافر (۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد (۸) میّت کے گور و کفن میں لگا دینا (۹) میّت کا قرض ادا کرنا (۱۰) مسجد کی تعمیر یا کسی اور مد میں خرچ کرنا۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا افضل ہے

اوّل اپنے رشتہ داروں جیسے بھائی بہن۔ بھتیجے بھتیجیاں۔ بھانجے۔ بھانجیاں۔ چچا۔ پھوپھی خالہ۔ ماموں۔ ساس۔ سُسر۔ داماد۔ جو حاجتمند اور مستحق ہوں انہیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ پڑوسیوں۔ شہر کے لوگوں۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥

سورہ التوبہ رکوع ۱۳ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ۔ کہ پاک کرے تو اُن کو۔ اور با برکت کرے تو اُن کو اُس کی وجہ سے اور دُعا دے اُن کو۔ بے شک تیری دُعا اُن کے لئے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سُنتا جانتا ہے۔ کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰتیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

بقیہ توحید باری تعالیٰ صفحہ ۱۲ سے آگے۔

مَا شَاءَ اللّٰہُ ۗ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○ سورہ اعراف ع ۲۳ - پ ۹

ترجمہ - (اے رسولؐ ان لوگوں کو)
کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے
بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار
نہیں رکھتا - ہوتا وہی ہے جو اللہ
کو منظور ہوتا ہے - اگر مجھے غیب کا
علم ہوتا تو میں صرف بھلائی اپنے
لئے بٹور لیتا - اور (زندگی میں) کوئی
گزند مجھ کو نہ پہنچتا - میں تو صرف
مسلمانوں کو (ان کی بداعمالیوں کے
نتائج سے) ڈرانے والا اور (ایمان و
نیک عملی کی برکتوں) کی بشارت دینے
والا ہوں -

صرف یہی ایک بات ان کی عظمت و صداقت کے اثبات کے لئے کافی ہے کہ جو دُنیا اپنے پیشواؤں کو خدا اور خدا کا بیٹا بنانے کی خواہشمند تھی - پیغمبر اسلام نے اس سے اتنا بھی نہ چاہا کہ کاہنوں کی طرح مجھے غیب دان تسلیم کر لو -

قرآن کریم نے صاف اور قطعی الفاظ میں جا بجا پیغمبر اسلام کی بشریت اور ان کے بندہ ہونے پر زور دیا ہے - قرآن کی اسی تعلیم کو مولانا حالی مرحوم نے حضورؐ کے الفاظ میں مسدس حالی میں اس طرح ادا کیا ہے -

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اِک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

قرآن کی اس تعلیم اور حضورؐ کے ان ارشادات کا نتیجہ تھا کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں بہت سے اختلاف پیدا ہوئے - لیکن ان کی شخصیت کے بارے میں کوئی سوال نہیں پیدا ہُوا - حضورؐ کی وفات کے چند گھنٹہ بعد حضرت صدیقِ اکبر نے برسرِ منبر اعلان کر دیا تھا -

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ (بخاری)

ترجمہ - جو کوئی تم میں سے محمد
(صلی اللہ علیہ وسلّم) کی عبادت کرتا
تھا سو اُسے معلوم ہونا چاہیئے
کہ محمدؐ نے وفات پائی اور جو کوئی
تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا
تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیئے -
کہ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے -
اس کے لئے موت نہیں -

بدقسمتی سے اب رفتہ رفتہ ہمارے دلوں میں بھی ایسے عقائد جگہ پا رہے ہیں جو قرآن و سنّت کی تعلیم کے بالکل منافی ہیں اور جو توحید کے چشمۂ صافی کو مکدّر کر رہے ہیں - ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں - لیکن ہمارا ایمان طرح طرح کے مشرکانہ عقائد و اعمال سے آلودہ ہو گیا ہے - افسوس ہم یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ ایمانِ صحیح کے ساتھ شرک جمع نہیں ہو سکتا - مولانا حالی کیا سچ فرما گئے ہیں - ؎

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہُوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

بقیہ صدقات و خیرات کی حقیقت صفحہ ۱۶ سے آگے

(تفسیر) صدقہ کا ترجمہ مترجم محقق رح نے زکوٰۃ کیا ہے لیکن اگر لفظ صدقہ کو عام رکھا جاتا ہے جو زکوٰۃ و صدقاتِ نافلہ کو شامل ہو تو بہتر تھا کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت اُن ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیل توبہ کے طور پر صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے - توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے یعنی اس پر مواخذہ باقی نہیں رہتا - لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت و ظلمت وغیرہ جو گناہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن ہے باقی رہ جاتی ہے جو بالخصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہو جاتی ہے - بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کے اثرات کو پاک و صاف کرتا ہے اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے اور ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضورؐ دُعائیں دیتے تھے جن سے دینے والے کا دل بڑھتا تھا - اور سکون حاصل کرتا تھا بلکہ آپ کی دُعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی -

توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے - کیونکہ وُہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت سے توبہ کی یا صدقہ دیا - منافقین کے صدقات کو مردود ٹھیرایا گیا - (مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ○ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ○ سورہ التوبہ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰

ترجمہ - اور بعض اُن میں وہ ہیں
کہ عہد کیا تھا اللہ سے - اگر دیوے
ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور
خیرات کریں - اور ہو رہیں ہم نیکی والوں
میں - پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل
سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے
ٹلا کر -

ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولتمند ہو جانے کی دُعا فرما دیجئے - آپؐ نے فرمایا کہ ثعلبہ تھوڑی چیز جس پر تو خُدا کا شکر ادا کرے اُس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے - اس نے پھر وہی درخواست کی آپؐ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے آپؐ کے انکار پر اُس کا اصرار بڑھتا گیا اُس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا - میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا - آخر حضورؐ نے دُعا فرمائی اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینے سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہُوا کہ ان میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعت بھی ترک کرنے لگا کچھ دنوں بعد حضورؐ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے محصّل پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا - حضورؐ نے تین دفعہ فرمایا - "وَیْحَ ثعلبہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں - جب اُس کے بعض اقارب نے اُس کو خبر پہنچائی تو بادلِ ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہُوا - حضورؐ نے فرمایا کہ خدا ۴ نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے - یہ سُن کر اس نے بہت ہائے واویلا کی - کیونکہ حضورؐ کا زکوٰۃ قبول

ہفتہ وار خبریں

کراچی۔ ۱۹ر دسمبر۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ دعووں کی فوری جانچ پڑتال کے لئے مزید ڈیڑھ سو افراد مقرر کئے گئے ہیں۔

کراچی ۲۱ر دسمبر۔ ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق اقوام متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ پھر سے پیش کرنے کے لئے پاکستان کا جو وفد جائیگا۔ اس کی قیادت پاکستان کے وزیر خارجہ کریں گے۔ اور وہ ۴ر جنوری کو کراچی سے نیویارک روانہ ہوں گے۔

ڈھاکہ ۲۱ر دسمبر۔ مشرقی پاکستان اسمبلی کا بجٹ اجلاس ماہ فروری کے پہلے ہفتہ میں شروع ہوگا اور ایک ماہ تک جاری رہے گا۔

کراچی۔ ۲۲ر دسمبر۔ وزیر اعظم پاکستان اور چین کے وزیر اعظم کے درمیان رسمی بات چیت آج شام کو ختم ہو گئی۔ قریبی حلقوں کا بیان ہے کہ دونوں ملکوں کے وزراء اعظم کے درمیان بات چیت انتہائی دوستانہ اور خوشگوار ماحول میں ہوئی۔

ڈھاکہ۔ ۲۲ر دسمبر۔ مرکزی وزیر صنعت و تجارت نے آج یہاں اعلان کیا کہ ملک میں روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ان اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر دی ہے۔ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

پشاور ۲۲ر دسمبر۔ حکومت مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ بدعنوانیاں اور بد انتظامی کے مکمل خاتمے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں آپ نے کہا کہ موجودہ مصائب اور خرابیوں کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم قرآن حکیم کی تعلیم اور اصولوں سے ہٹ گئے ہیں۔

پورٹ سعید۔ ۱۷ر دسمبر۔ پورٹ سعید میں برطانوی فرانسیسی فوجوں کے کمانڈر جنرل نے اعلان کیا ہے کہ اقوام متحدہ کی بین الاقوامی فوج کے کمانڈر جنرل کی درخواست پر انہوں نے مصری پولیس کے ساڑھے تین سو سپاہیوں کو پورٹ سعید میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔ مصری پولیس برطانوی فرانسیسی فوجوں کی جگہ پورٹ سعید شہر کا نظم و نسق سنبھال لے گی۔

احمد آباد۔ ۱۷ر دسمبر۔ دو لسانی صوبہ بمبئی کے قیام کے خلاف کل پھر شدید مظاہرے شروع ہو گئے۔ لوگوں نے مہا گجرات کے حق میں نعرے لگائے۔

نئی دہلی۔ ۱۸ر دسمبر۔ آج بھارتی پارلیمنٹ میں کئی ممبروں نے پاکستان میں گجرات کے مقام پہ جنگی مشقوں پر سخت تشویش کا اظہار کیا۔

لندن ۱۸ر دسمبر۔ مصری محکمہ اطلاعات کے ڈائریکٹر نے قاہرہ ریڈیو سے ایک بیان نشر کیا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ حکومت مصر نے مصر میں مقیم آٹھ سو برطانوی باشندوں اور ۲۸ غیر مصری اسرائیلیوں کو مصر سے نکل جانے کا حکم دے دیا ہے۔

نیویارک ۱۹ر دسمبر۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری نے اعلان کیا ہے۔ کہ نہر سویز کو صاف کرنے کے لئے ۶ مختلف ملکوں کے ۳۱ جہازوں کا ایک بحری بیڑہ تیار کیا ہے جو اپنا کام فوراً شروع کر دے گا۔

تل ابیب ۱۹ر دسمبر۔ اسرائیل نے آج غازہ کا علاقہ مصر کو واپس دینے سے انکار کر دیا ہے۔

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۳ سے آگے

اور بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحاب۔

ما انا علیہ و اصحابی حق کا معیار ہے اس پہ ہر جماعت کو پرکھ لیا جائے جماعت میں یہ رنگ ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ جو ما انا علیہ و اصحابی سے نہ ٹکرائے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مجھ پہ روزانہ پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔ جو پڑھے اگر وہ اس کو دوسروں کے لئے لازم نہیں بناتا تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں پہلے تحقیق کر لیجئے کہ کھرا دین کس جماعت کے ہاں ہے۔ پھر اس جماعت سے وابستہ ہو جائیے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یا مرد ہو یا مرد کے سایہ میں رہے۔ دین میں بھی یہی ہے یا خود صاحب استقامت ہو یا صاحب استقامت کے سایہ میں رہے۔ تب فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اسلام آیا ہے اس کا علمی ترجمان قرآن اور عملی ترجمان سنت نبی کریم ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس اسلام کا پابند بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین شکاری وہاں آتا ہے۔ جہاں شکار ہو۔ شیطان درس میں بھی شکار کھیلنے کے لئے آتا ہے۔ کسی کو کہتا ہے کہ صحت خراب ہو گئی ہے۔ صبح سیر کو دریا پہ جایا کرو۔ کسی کو کہتا ہے کہ بہت درس سنا ہے۔ اب ضرورت نہیں

ہماری جماعت جس لائن پر جا رہی ہے میں شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں قرآن پڑھاتا ہوں اور پاس ہی مشکوٰۃ شریف رکھی ہوتی ہے۔ عملی نمونہ اس میں سے دکھایا کرتا ہوں میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو انسان کی شکل دیکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے اندر ایمان ہے یا نہیں۔ ایک کافر کو آپ کلاہ لنگی اور شلوار پہنا دیجئے۔ وہ اس کا فوٹو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ اس کے اندر ایمان نہیں ہے۔ ایک مومن کو ہندوانہ لباس پہنا دیجئے۔ تو وہ اس کا فوٹو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ اسکے اندر ایمان ہے۔

اس دفعہ مجھے مدینہ میں ایک بزرگ ملے جو ایک انسان کے نام پہ انگلی رکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کسی صاحب دل اور صاحب حال جماعت میں شامل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ایمان اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ بعض اوقات سکرات کی حالت میں انسان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس آہستہ آہستہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔ اس کو پڑھنے کے لئے نہ کہا جائے۔ اس کے پاس اس طرح کلمہ پڑھا جائے کہ شور بھی نہ ہو اور اس کے کان میں آواز بھی پڑتی رہے۔ تاکہ اس کا خاتمہ کلمہ پر ہو جائے۔

بچوں کا صفحہ

سونا اور جاگنا دونوں چیزیں ضروری ہیں

(از جناب حامی عبیدی دین پوری)

جس طرح "کھانا پینا" انسان کے لئے لازمی ہے۔ اس طرح "سونا" اور "جاگنا" بھی ضروری ہے۔ بغیر "سوئے" اور بغیر "جاگے" کسی ایک حالت میں انسان بسر نہیں کر سکتا۔ اگر ہر وقت مدہوشی اور نیند کی حالت طاری رہے تو یہ اس قدر مہلک اور مضرت رساں ثابت ہوتی ہے کہ انسان کے اعصاب مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور انسان زندگی کا صحیح لطف نہیں اُٹھا سکتا۔ اس طرح "بیداری کی حالت بھی بہت بُری اور نقصان دہ ہوتی ہے۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے اکثر اوقات موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ دماغ پھٹنے لگتا ہے اور انسان پر دیوانگی کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ انسان اپنے تمام ہوش و حواس کھو بیٹھنے کے سبب مستقل طور پہ پاگل بن جاتا ہے۔ پُرانے زمانہ میں اگر کسی مجرم کو موت کی سزا دینا ہوتی تو اسے برابر بیدار رکھا جاتا اور اگر اس پر غشی طاری ہوتی تو اسے سوئیاں چبھو چبھو کر بیدار کیا جاتا اور اس عمل سے مجرم سات آٹھ دن ہی میں مر جاتا۔ غرض "سونا" اور "جاگنا" دو لازم ملزوم چیزیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ہیں۔ "جاگنا" ہمارے لئے اس لئے پیدا کیا گیا کہ ہم اس بیداری کے عرصہ میں کچھ کر لیں۔ اور زندگی کا لطف اٹھائیں۔ "خدا کی عبادت" دوسرے لوگوں کو آرام پہنچانا، مُلک اور قوم کی خدمت کرنا، لکھنا پڑھنا، نئے تجربات حاصل کرنا یہ سب کچھ بیداری کی حالت میں ہی ہُوا کرتا ہے۔ اس کے برعکس "نیند" اس لئے پیدا کی گئی کہ ان تمام کاموں کے بعد جب انسان تھک جائے تو اس کے پراگندہ اور پریشان دماغ کو سکون دینے کے لئے کچھ وقت آرام مل جائے۔ تاکہ نئی صبح پھر وہ نئے ارادوں اور نئے ولولوں سے اُٹھ کر پوری توجہ اور تندہی سے اپنے کام میں لگ جائے۔

جلدی سونا جلدی اُٹھنا

(از جناب حامی عبیدی دین پوری)

(۱)

رات کو جلدی سو جاؤ
نیند سے خود کو بہلاؤ
سُندر سپنوں میں کھو جاؤ
بستر کھولو! سو جاؤ!
پیارے بچّو! بات سنو!
کام کی مجھ سے بات سنو!

(۲)

نیند ہے گرچہ تم کو پیاری
لیکن کام کی ہے اب باری
پلکیں بھی ہیں بھاری بھاری
کر لو! اُٹھنے کی "تیاری"
پیارے بچّو! بات سنو!
کام کی مجھ سے بات سنو!

(۳)

جاگو! جلدی مُنہ اندھیرے
دل میں رب کی یاد ہو گھیرے
اُٹھ کر وضو کرو سویرے
مسجد میں بھی ہوں پھر "ڈیرے"
پیارے بچّو! بات سُنو!
کام کی مجھ سے بات سُنو!

(۴)

میری قوم کے "نونہالو"!
ان باتوں کی جو عادت ڈالو
باتیں حامی کی لکھ ڈالو!
صحت۔ دولت۔ حکمت "پالو"
پیارے بچّو! بات سنو!
کام کی مجھ سے بات سنو!